شیعانِ حیدر کرارؑ زندہ باد

امام حسین علیہ السلام کے قاتل کون؟؟؟

(شیعہ پر قاتلِ حسینؑ کی تہمت لگانے والوں کو منہ توڑ جواب)

اس کو پڑھنے کے بعد خود فیصلہ کریں کہ امام حسینؑ کے حامی کون اور انکے قاتل کون۔

امام حسینؑ کے قاتل کون؟

ان موضوعات پر آگے تفصیلی بحث ہو گی

فہرست

۱۔ کیا شیعہ امامیہ امام حسین علیہ السلام کے قاتل تھے؟

۲۔ مخالفین امام کس مذہب سے تعلق رکھتے تھے؟

۳۔ کوفیوں کا مذہب کیا تھا؟ کیا کوفہ میں سب کے سب امامیہ شیعہ تھے؟ کیا امامیہ شیعہ نے امام حسین علیہ السلام کا ساتھ دیا؟ اگر ساتھ دیا تو غدار کس کو فرمایا گیا ہے؟

۴۔ امام حسین علیہ السلام کے ساتھی کس مذہب سے تعلق رکھتے تھے؟

۵۔ امام حسینؑ کے قاتل کس کی نظر میں ثقہ اور مسلمان ہیں؟

۶۔ یزید لعنۃ اللہ علیہم ہی قاتل امام تھا لیکن پھر بھی وہ مسلمان، مومن اور امام؟

نتیجہ

جو امام کے مخالفین اور انکے قاتلوں کو مسلمان اور قابل اعتماد کہے اصل قاتل وہی ہے۔

کیا شیعہ امامیہ حسین علیہ السلام کے قاتل تھے؟

واقعہ کربلا کو لے کر یہ پہلا سوال اُٹھتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے مخالفین اور ان سے جنگ کرنے والے کس مذہب سے تعلق رکھتے تھے؟ کیا وہ امامیہ شیعہ تھے؟ اگر نہیں تو وہ کس مذہب سے تعلق رکھتے تھے؟

الجواب:

تاریخ کے کسی پہلو سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کے امام حسین علیہ السلام کے مخالفین امامیہ شیعہ تھے۔ اوران مخالفین کا مذہب کیا تھا یہ ہم اہل سنت کی تاریخ سے دیکھتے ہیں۔

جب امام حسین علیہ السلام نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو جناب ابن عباسؓ نے امام سے فرمایا:

''خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ کل آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے درمیان ایسے ہی قتل ہونگے جیسے عثمان قتل ہوئے تھے۔ خدا کی قسم مجھے خدشہ ہے کہ آپ ہی سے عثمان کا قصاص لیا جائے گا''

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۱۴)

آگے تاریخ میں ملتا ہے کہ جب ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کا پانی بند کیا تو یہ الفاظ کہے:

''نہر اور حسین علیہ السلام کے درمیان حائل ہو جاؤ۔ وہ لوگ ایک بوند پانی نہ پی سکیں جو سلوک تقی زکی مظلوم امیر المومنین عثمان کے ساتھ کیا گیا تھا''

(تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۹، البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۶)

پھر امام حسین علیہ السلام کو جب شہید کر دیا گیا اور بنو ہاشم کی بیبیوں نے امام کے غم میں نوحہ وگریہ کیا تو عمرو بن سعید کے الفاظ یہ تھے:

''یہ حضرت عثمان بن عفان کی بیویوں کے رونے کا بدلہ ہے''

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۵۲)

تو ان دلائل سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے قاتل امامیہ شیعہ نہیں بلکہ عثمانی شیعہ تھے جو کہ عثمان کو ماننے والے تھے۔ جبکہ امامیہ شیعہ تو عثمان کی خلافت کے قائل ہی نہیں تو امام کے مخالفین کا سُنی ہونا لازم آتا ہے کیونکہ اس وقت اہل سنت بھی شیعہ نام سے پُکارے جاتے تھے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے:

''یہ بھی معلوم رہنا چاہیے کہ اہل سنت اور اہل تفضیل پہلے شیعہ ہی کہے جاتے تھے۔۔۔۔۔۔۔پھر سنیہ اور تفضیلیہ نے اس لقب کو اپنے لئے ناپسند کیا اور اسکی جگہ اہل سنت والجماعت کا لقب اختیار کیا''

(تحفہ اثناعشریہ صفحہ ۴۰)

تو اب اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت عثمان کو ماننے والے یہی شیعانِ عثمان تھے جنہوں نے امام حسینؑ کو شہید کیا اور یہی دغا کرنے والے بھی تھے پھر بعد میں شیعہ مذہب چھوڑ کر اہل سنت مذہب کا لبادہ پہن لیا تا کہ وہ بچ سکیں۔

اگلا سوال واقعہ کربلا سے یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوفہ میں امام کو بلانے والے کون تھے؟ بعد میں انکے ساتھ کیا ہوا؟ کیا کوفہ میں سب کے سب امامیہ شیعہ تھے؟ اگر ہاں تو انہوں نے امام کا ساتھ دیا؟ کوفہ میں اور کون کون سے شیعہ تھے؟ اور غدار شیعہ کون تھے؟

الجواب:

سب سے پہلے تو یہ بات کہ کوفہ کی بنیاد ہی اہل سنت والجماعت کے خلیفہ دوئم عمر نے رکھی اور اسکو ''راس الاسلام'' (اسلام کی پناہ) قرار دیا۔

(الفاروق صفحہ ۲۳۳ علامہ شبلی نعمانی)

تو اس بات کا سوال ہی نہیں اٹھتا کہ وہاں سب کے سب امامیہ شیعہ ہوں اب ہم کچھ حوالہ جات نقل کرتے ہیں کہ کوفہ والے کس مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

الکوفیین فالتشیع فی عرف المتقدمین هو اعتقاد تفضیل علی علیٰ عثمان .... مع تقدم الشیخین ....اعتقد بعضهم ان علیا افضل الخلق بعد النبیؐ ....

کوفی شیعہ اس اعتقاد پر متقدم تھے کہ مولا علی علیہ السلام کو عثمان پر فضیات دیتے تھے۔۔۔ اسکے ساتھ شیخین (ابوبکر، عمر) کو بھی ان (دونوں) سے افضل کہتے تھے۔۔۔ اور ان میں سے بعض کا عقیدہ کا یہ بھی تھا کہ علی علیہ السلام نبی پاکؐ کے بعد تمام خالقت سے افضل ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۹۴)

پھر یزید نے ایک خط ابن زیاد کے نام لکھا جس میں یہ الفاظ بھی تھے کہ ''میرے شیعہ جو کوفہ میں ہیں''

(تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۵۴)

تو ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ کوفہ میں شیخین کو ماننے والے شیعہ بھی تھے (جو کہ آج اہل سنت کے نام سے ہیں جیسا کہ ہم نے پچھلے نوٹ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بیان سے ثابت کیا تھا)، یزید کے شیعہ بھی تھے اور وہ شیعہ بھی تھے جو امام علیؑ کو سب سے افضل مانتے تھے یعنی کوفہ میں تین قسم کے شیعہ تھے۔

اب ان میں سے پہلے یزید کے شیعہ اور شیخین والے شیعہ تو امامیہ نہیں تھے تو یزید کے شیعہ تو ہوئے ہی یزید کے حامی لیکن شیخین والے شیعہ یزید کی مخالفت کرتے تھے جیسا کہ ڈاکٹر طہٰ حسین مصری لکھتے ہیں:

''چنانچہ معاویہ کی موت کے وقت لوگ عموماً اور عراق کے عوام خصوصاً اہل بیت سے محبت اور بنی امیہ سے بغض وعداوت کو دین وایمان تصور کرنے لگے تھے''

(علیؑ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں صفحہ ۲۱۷)

تو اس عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیخین والے شیعہ یعنی سُنی بھی امام کو بُلانا چاہتے تھے اور جو خط امام حسینؑ کو لکھا گیا اس خط میں سُنی بھی شامل تھے کیونکہ یہ کوفہ میں رہتے ہوئے بھی یزید کے مخالف تھے اور انکا بھی وہاں ہدایت کرنے والا کوئی نہیں تھا جیسا کہ امام کو بھیجے جانے والے خط میں لکھا ہوا ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! حسین بن علیؑ کو سلیمان بن صرد، مسیّب بن الجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے شیعہ مومنین اور مسلمین کی طرف سے۔۔۔۔۔۔ہم لوگوں کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔آپ تشریف لائیے۔شاید آپکی وجہ سے خدا ہم سب کو حق پر مجتمع کردے۔۔۔۔''

(تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۵۱)

اب اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کوفہ کو وہ تمام شیعہ جن کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں تھا اور جو یزید کے

مخالف تھے انکی طرف سے یہ خط لکھا گیا۔ اب بات رہی انکی جو علیؑ کو افضل ماننے والے یعنی شیعہ امامیہ سے تعلق رکھتے تھے انکو ابن زیاد نے چُن چُن کر شہید کروادیا جیسا کہ تاریخ میں موجود ہے کہ ابن زیاد کے الفاظ تھے:

''ہانی! کیا تمھیں نہیں معلوم کہ میرا باپ جب شہر میں آیا ہے تو اس نے تمہارے باپ کے اور حجر کے سوا ان شیعوں میں سے بغیر قتل کیے کسی کو نہیں چھوڑا''

(تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۵۸)

اسی بارے میں اہل سنت کے عالم ڈاکٹر طہٰ حسین مصری نے بھی لکھا ہے:

''اسطرح کی سیاست نے شیعوں کو حد درجہ مظلوم اور مقہور بنادیا''

(علیؑ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں صفحہ ۲۱۷)

اور تو اور ابن عباسؓ نے بھی امام حسینؑ سے فرمایا:

''کوفہ میں نا آپ کے شیعہ ہیں نہ آپ کے مددگار''

(تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۷)

ثابت ہوا کہ شیعہ امامیہ ابن عباسؓ کی نظر میں کوفہ میں نا ہونے کے برابر تھے اور جو تھوڑے بہت تھے ان میں سے بھی انکی اکثریت کو شہید کروادیا گیا۔

باقی جو حد درجہ مظلوم و مقہور شیعہ تھے انہوں نے امام کا بھرپور ساتھ دیا جیسا کہ ابن ذیاد نے کہا:

''وقتل ...الحسینؑ بن علیؑ وشیعته''

ہم نے حسین بن علیؑ اور انکے شیعوں کو قتل کردیا

(خلافت وملوکیت صفحہ ۱۸۰)

اسکے علاوہ زحر (یزید کے ساتھی) نے بھی کہا:

''حسین بن علیؑ ہمارے مقابلے میں اٹھارہ شخص اپنی اہل بیت سے اور ساٹھ آدمی اپنے شیعوں میں سے لے کر وارد ہوئے۔۔۔''

(تاریخ طبری جلد۴ صفحہ ۲۳۵)

تو اب مکمل طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام حسینؑ کے ساتھ انکے شیعہ موجود تھے لیکن جو انکے مخالف ہو گئے تھے یعنی غدار نکل آئے وہ شیخین والے شیعہ یعنی اہل سنت والجماعت ہی تھے جیسا کہ ہم نے پچھلے نوٹ میں ثابت کر دیا تھا کہ حسینؑ کی مخالفت کرنے والے عثمان کا بدلہ لے رہے تھے۔

جیسا کہ تمام احباب کے علم میں ہے کہ اس سے پہلے ہم نے کوفیوں کے مذہب، خط لکھنے والوں پر اور امام حسین علیہ السلام کے مخالفین پر مکمل بحث کی اب ہم نتیجہ کے ساتھ یہ دکھائیں گے کہ امام کے قاتلین کو کون ثقہ، مومن، مسلمان اور اپنا امام کہتا ہے؟ اس سے پہلے ہم یہ ثابت کرینگے کہ یزید لعنۃ اللہ علیہم قاتل امام تھا، لعنتی بھی تھا اور دین محمدی کا منکر بھی تھا۔

یزید کا کردار:

اہل سنت کے **قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی** لکھتے ہیں:

یزید لعین اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا تھا، شراب کو حلال کہتا تھا، دین محمدی کا انکار کرتا تھا اور منبروں پر بیٹھ کر آل محمد کو بُرا بھلا کہتا۔

(تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۳۲۷)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

یزید پلید۔۔۔فاسق شرابی اور ظالم تھا۔

(سر الشہادتین صفحہ ۲۵)

علامہ سلیمان قندوزی حنفی لکھتے ہیں:

یزید اپنی ماؤں بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا تھا، شراب پیتا تھا اور تارک الصلوۃ تھا۔۔۔منکرات امور کو بجالاتا تھا اور لوگوں پر ظلم کرتا تھا۔ اور اسکے **فاسق** ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

(ینابیع المودۃ صفحہ ۵۱۷)

یزید لعین اور کافر تھا:

امام احمد بن حنبل نے اپنے بیٹے صالح کو فرمایا کہ اے بیٹے! کیا کسی مومن کے لئے جائز ہے کہ وہ

یزید سے محبت رکھے؟ایک بندہ یزید پر لعنت کیوں نہیں کرتا جبکہ اللہ اپنی کتاب میں اس پر لعنت کرتا ہے۔

(تفسیر مظہری جلد ۸ صفحہ ۵۵۳)

امام احمد بن حنبل کا یہ بھی کہنا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا مجھ پر واجب ہے۔اور ایک قوم نے اس پر نام لیکر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے جن میں ابن الجوزی بھی ہیں۔

(ینابیع المودۃ صفحہ ۵۱۷)

امام ابوبکر بن جصاص نے یزید کو"یزید لعین" کہہ کر پکارا ہے۔

(احکام القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۵۴)

یزید قاتل امام حسین علیہ السلام:

امام جلال الدین سیوطی نے یزید کو امام حسینؑ کا قاتل تسلیم کر کے اس پر لعنت کی ہے۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۹۸)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نے یزید کو امام حسینؑ کا قاتل تسلیم کر کے اسے کافر کہا ہے۔

(تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۳۲۷ اور جلد ۶ صفحہ ۶۲۵)

تو اب ان تمام دلائل سے ثابت ہے کہ یزید کافر، فاسق، قاتل امام اور بدکردار تھا لیکن اسکا مذہب سُنی تھا۔اس بات کو خود اہل سنت کے بڑوں نے قبول کیا کہ یزید اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتا تھا جیسا کہ اہل سنت کے حنفی عالم مولانا اخوند درویزہ لکھتے ہیں:

پس یزید کافر نبود بلکه مسلمان سنی بود.

یزید کافر نہیں تھا بلکہ سُنی مسلمان تھا۔

(شرح قصیدہ امالی صفحہ ۱۶، رسومات محرم الحرام اور سانحہ کربلا صفحہ ۵۶ حافظ صلاح الدین یوسف)

یزید سُنی تو تھا یہ لیکن ساتھ ساتھ یہ اہل سنت کا چھٹا امام بھی ہے۔اور اہل سنت کی درجذیل کُتب میں

موجود ہے نبیؐ نے جو فرمایا کہ میرے بعد ۱۲ امیر، خلیفہ، امام ہونگے ان میں اہل سنت نے یزید کو اپنا چھٹا امام تسلیم کیا:

۱۔ شرح فقہ اکبر	صفحہ ۲۰۶	مُلا علی قاری حنفی
۲۔ سیرت النبیؐ	جلد ۳ صفحہ ۳۸۰	علامہ شبلی نعمانی حنفی
۳۔ الصواعق المحرقہ	صفحہ ۲۱	علامہ ابن حجر مکی شافعی
۴۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱۳ صفحہ ۲۱۴		علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی
۵۔ شرح العقیدہ الطحاویہ	صفحہ ۷۳۶	علی بن علی بن محمد بن ابی العز دمشقی

اور ساتھ ہی ساتھ عمر بن سعد لعین جو کہ امام حسینؑ کے قاتلوں میں شریک تھا وہ بھی اہل سنت کے نزدیک ثقہ راوی ہے:

عمر بن سعد بن ابی وقاص ....وھو الذی قتل الحسینؑ وھو تابعی ثقه.

عمر بن سعد بن ابی وقاص۔۔۔۔ جو کہ امام حسینؑ کا قاتل تھا وہ تابعی اور ثقہ تھا۔

(تہذیب الکمال جلد ۲۱ صفحہ ۳۵۵)

نتیجہ:

تو ہمارے تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ یزید قاتل امام بھی سنی اور سنیوں کا امام بھی تھا، سعد بن ابی وقاص لعین بھی اہل سنت کے نزدیک ثقہ ہے، کوفہ میں شیخین والے شیعہ یعنی اہل سنت نے ہی غداری بھی کی اور عثمان کے پیروکار یعنی سنی ہی امام کے قاتل ہیں۔

﴿طالب دعا﴾

آگے ان کُتب کے صفحات ملاحظہ
کریں جن کے حوالہ جات دیے
گئے ہیں۔

تاریخ ابن کثیر

البدایہ والنہایہ

حصہ ہفتم، ہشتم

علامہ حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر دمشقی

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

پیدا ہوگئیں۔

پھر ابن زیاد نے امیر الحرمین عمرو بن سعید کو حضرت حسینؓ کے قتل کی خوشخبری کا خط لکھا اور اس نے منادی کو حکم دیا اور اس نے اس کا اعلان کر دیا اور جب بنو ہاشم کی عورتوں نے اعلان کو سنا تو ان کی گریہ ونوحہ کی آوازیں بلند ہوگئیں اور عمرو بن سعید کہنے لگا' یہ حضرت عثمانؓ بن عفان کی بیویوں کے رونے کا بدلہ ہے اور عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا ہے کہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے سامنے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا سر ایک ڈھال پر پڑا ہے اور قسم بخدا ابھی میں تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ میں مختار بن ابی عبید کے پاس گیا' کیا دیکھتا ہوں عبیداللہ بن زیاد کا سر مختار کے سامنے ایک ڈھال پر پڑا ہے اور قسم بخدا ابھی میں تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا' کیا دیکھتا ہوں کہ مصعب بن زبیر کا سر اس کے آگے ایک ڈھال پر پڑا ہے۔

طرف چل رہی ہیں پس مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ ہماری جانیں ہیں جن کی موت کی خبر ہمیں دی گئی ہے جب فجر طلوع ہوئی تو آپ نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور جلدی سے سوار ہوگئے پھر اپنے سفر میں بائیں طرف ہوگئے یہاں تک کہ نینوا پہنچ گئے' کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار کمان کندھے پر رکھے کوفہ سے آیا ہے اور اس نے حر بن یزید کو سلام کیا ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سلام نہیں کہا اور اس نے حر کو ابن زیاد کا خط دیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ وہ سفر میں عراق تک کسی بستی اور قلعے میں اترے بغیر برابر حضرت حسینؓ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اس کے ایلچی اور اس کی فوجیں اس کے پاس آ جائیں اور یہ ۲/محرم ۶۱ھ جمعرات کا روز تھا اور جب دوسرا دن ہوا تو عمر بن سعد چار ہزار فوج کے ساتھ آیا اور ابن زیاد نے اسے ان لوگوں کے ساتھ دیلم کی طرف بھیجا تھا اور وہ کوفہ کے باہر خیمہ زن ہو گیا اور جب انہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ پیش آیا تو اس نے اسے کہا ان کی طرف روانہ ہو جا اور جب تو ان سے فارغ ہو جائے تو دیلم کی طرف چلے جانا' عمر بن سعد نے اس سے اس بات کی معافی چاہی تو ابن زیاد نے اسے کہا اگر تو چاہے تو میں تجھے معاف کر دیتا ہوں اور ان شہروں کی حکومت سے تجھے معزول کر دیتا ہوں جن پر میں نے تجھے حاکم بنایا ہے' اس نے کہا ذرا مجھے اپنے معاملے میں غور وفکر کر لینے دو' اور وہ جس شخص سے بھی مشورہ کرتا وہ اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے سے روکتا۔ حتیٰ کہ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہؓ نے اسے کہا' حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جانے سے بچنا تو اپنے رب کی نافرمانی کرے گا اور اپنی قرابت کو قطع کرے گا خدا کی قسم اگر تو ساری زمین کی حکومت سے بے دخل ہو جائے تو یہ بات خون حسینؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی نسبت تجھے زیادہ محبوب ہونی چاہیے۔ اس نے کہا میں ان شاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔

پھر عبید اللہ بن زیاد نے اسے عزل وقتل کی دھمکی دی تو وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوگیا اور اس مقام پر آپ سے جنگ کی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے' پھر اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ایلچی بھیجے کہ آپ کیوں آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا اہل کوفہ نے مجھے خط لکھے ہیں کہ میں ان کے پاس آؤں' پس اب جب انہوں نے مجھے ناپسند کیا ہے تو میں مکہ واپس چلا جاتا ہوں اور تم کو چھوڑ دیتا ہوں' جب عمر بن سعد کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے سے بچائے گا اور اس نے یہ بات ابن زیاد کو بھی لکھ بھیجی' ابن زیاد نے اسے جواب دیا کہ ان کے اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ جیسا کہ پرہیزگار پاکباز مظلوم امیر المومنین حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا اور حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو پیشکش کرو کہ وہ امیر المومنین یزید بن معاویہ کی بیعت کرلیں تو یہی ہماری رائے ہے' اور عمر بن سعد کے اصحاب حضرت حسینؓ کے اصحاب کو پانی سے

کھا جاتے ہیں''۔

راوی بیان کرتا ہے حضرت ابن عباسؓ نے اسے لکھا: ''مجھے امید ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج اس امر کے لیے ہوگا جسے تو پسند نہیں کرتا اور میں ہر اس طریق سے ان کی خیر خواہی کروں گا جس سے الفت بڑھتی اور جوش ٹھنڈا ہوتا ہو اور حضرت ابن عباسؓ نے حضرت حسینؓ کے پاس آ کر طویل گفتگو کی اور انہیں کہا' میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کل آپ ضائع ہونے والے حال میں ہلاک ہو جائیں گے' عراق نہ جایئے اور اگر آپ نے ضرور جانا ہی ہے تو حج کے اجتماع کے ختم ہونے تک ٹھہر جایئے اور لوگوں سے ملئے اور معلوم کیجیے وہ کیا ظاہر کرتے ہیں پھر اپنی رائے پر غور کیجیے' یہ گفتگو ۱۰/ ذوالحجہ کو ہوئی' حضرت حسینؓ نے عراق جانے کے سوا اور

کوئی بات نہ مانی تو حضرت ابن عباسؓ نے انہیں کہا خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ کل آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے درمیان اسی طرح قتل ہوں گے جیسے حضرت عثمانؓ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے درمیان قتل ہوئے تھے' خدا کی قسم مجھے خدشہ ہے کہ آپ ہی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے گا انا للہ وانا الیہ راجعون. حضرت حسینؓ نے آپ سے کہا اگر یہ بات مجھے اور آپ کو عیب نہ لگاتی تو میرا

جلد چہارم

حضرت امیر معاویہؓ تا سلیمان بن عبدالمالک

تصنیف:

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

ابن زیاد کا پانی پر قبضہ کرنے کا حکم:

ابن سعد کو یہ خط پہنچا تو کہنے لگا میں سمجھ گیا ابن زیاد کو عافیت نہیں منظور ہے ایک اور خط ابن زیاد کا ابن سعد کو آیا۔ اس میں یہ مضمون تھا کہ نہر کے اور حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان حائل ہو جا۔ ایک بوند پانی وہ لوگ نہ پی سکیں۔ جو سلوک کہ تقی زکی مظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس خط کو دیکھ کر ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانسو سواروں کا رئیس کر کے روانہ کیا یہ لوگ نہر پر جا کر ٹھہرے اور نہر اور حسین رضی اللہ عنہ واصحاب حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان یہ سب حائل ہو گئے کہ وہ بوند بھر پانی اس سے نہ پینے پائیں۔

عبداللہ بن ابی حصین کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بددعا:

یہ واقعہ آپ کے قتل ہونے سے تین دن پہلے کا ہے آپ کے سامنے آ کر عبداللہ بن ابی حصین ازدی جو بنی بجیلہ میں شمار ہوتا تھا پکارا اے حسین رضی اللہ عنہ ذرا پانی کی طرف دیکھو کیسا آسمانی رنگ اس کا بھلا معلوم ہوتا ہے واللہ تم پیاسے مر جاؤ گے۔ ایک قطرہ بھی تم کو نہ ملے گا۔ آپ نے یہ سن کر کہا خداوندا اس شخص کو پیاس کی ایذا دے کر قتل کر اور کبھی اس کی مغفرت نہ ہو۔

عبداللہ بن ابی حصین کا انجام:

اس کے بعد حمید بن مسلم اس کی بیماری میں عیادت کو گیا تھا وہ کہتا ہے قسم ہے اس خدائے وحدہ لاشریک کی میں نے اسے دیکھا کہ پانی پیتا ہے اور پیاس پیاس کہے جاتا ہے پھر قے کر دیتا ہے پھر پیتا ہے اور پھر پیاسا ہو جاتا ہے۔ پیاس نہیں بجھتی۔ یہی حالت اس کی یکساں رہی آخر مر گیا۔

جلد چہارم

حضرت امیر معاویہؓ تا سلیمان بن عبد المالک

تصنیف:

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

پر حملہ آور نہیں ہوں گا۔ میں تمہارے ساتھ درشتی نہ کروں گا۔ میں افترا و بدگمانی و تہمت پر گرفت نہ کروں گا۔ لیکن اگر تم نے روگردانی کی بیعت کو توڑا اپنے امام سے مخالفت کی تو قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ جب تک میرے قبضہ میں تلوار رہے گی۔ میں تم پر وار کیے جاؤں گا خواہ تم میں سے کوئی میرا شریک و مددگار ہو یا نہ ہو۔ مجھے امید یہی ہے کہ تم لوگوں میں حق کے طرف دار اور لوگوں سے زیادہ ہوں گے جنہیں باطل نے تباہ کر رکھا ہے۔

عبداللہ بن مسلم حضرمی کی نعمان رضی اللہ عنہ کے خلاف شکایت:

یہ سن کر عبداللہ بن مسلم حضرمی جو بنی امیہ کے ہوا خواہوں میں تھا اٹھ کھڑا ہوا اور کہا یہ جو تم دیکھ رہے ہو سخت گیری کے بغیر اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اپنے اور اپنے دشمن کے درمیان جو رائے تم نے قائم کی ہے۔ یہ کمزوروں کی رائے ہے۔ کہا کہ طاعت خدا کے ساتھ ساتھ میرا شمار کمزوروں میں ہونا اس سے بہتر ہے کہ معصیت خدا کے ساتھ معززوں میں شمار ہو۔ یہ کہہ کر نعمان رضی اللہ عنہ منبر سے اتر آئے اور عبداللہ حضرمی نے وہاں سے اٹھ کر یزید کو لکھ بھیجا کہ مسلم بن عقیل علیہ السلام کوفہ میں آ گئے ہیں۔ شیعوں نے حسین بن علی علیہ السلام کے نام پر ان سے بیعت کر لی ہے۔ اگر تمہیں کوفہ کی خواہش ہے تو کسی زبردست شخص کو حاکم کر کے بھیجو جو تمہارے حکم کو یہاں جاری کرے۔ تمہارے دشمن کے ساتھ وہ سلوک کرے جو تم خود کر سکو۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ یا تو کمزور ہیں یا کمزور بنتے ہیں۔ پہلا شخص یہی ہے جس نے یزید کو لکھا۔ اس کے بعد عمارہ بن عقبہ نے اسی مضمون کا خط لکھا۔ اس کے بعد عمر بن سعید نے یزید کو لکھا۔ یزید کے پاس دو تین دن میں۔

یزید کا سرجون سے مشورہ:

یہ سب خط پے در پے پہنچے تو اس نے سرجون معاویہ رضی اللہ عنہ کے غلام آزاد کو بلا بھیجا۔ پوچھا تمہاری کیا رائے ہے حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف آ رہے ہیں۔ مسلم بن عقیل علیہ السلام کوفہ میں ان کے لیے بیعت لے رہے ہیں۔ نعمان رضی اللہ عنہ کی کمزوری کا حال اور ان کی ناگوار گفتگو سب مجھے معلوم ہوئی۔ یہ کہہ کر یزید نے غلام کو خط بھی دکھا دیا۔ اور یہ پوچھا کہ میں کسے کوفہ کا حاکم کروں۔ عبیداللہ بن زیاد پر اس زمانہ میں یزید کا عتاب تھا۔ سرجون نے کہا اگر معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت تمہارے لیے زندہ کر دیے جائیں تو تم ان کی رائے کو مانو گے۔ یزید نے کہا ہاں! یہ سن کر سرجون نے معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصیت نامہ نکالا کہ عبیداللہ کو حاکم کوفہ کرنا اور کہا یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے ہے۔ وہ مرتے وقت اس نوشتہ پر عمل کرنے کا حکم دے گئے ہیں۔ یزید نے اس رائے پر عمل کیا۔ عبیداللہ کو بصرہ اور کوفہ دونوں کا حاکم کر دیا اور حکومت کوفہ کا فرمان اس کے نام پر لکھ دیا۔ مسلم بن عمرو باہلی موجود تھا۔ اسے بلایا اور فرمان اسے دے کر عبیداللہ کے پاس بصرہ روانہ کیا۔

یزید کا خط بنام ابن زیاد:

فرمان کے ساتھ یہ خط بھی ملا۔ میرے شیعہ جو کوفہ میں ہیں انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ کوفہ میں ابن عقیل مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے جمعیتیں تیار کر رہے ہیں۔ میرا یہ خط دیکھتے ہی تم کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ وہاں جا کر ابن عقیل کو اس طرح ڈھونڈو جیسے کوئی نگینہ کو ڈھونڈتا ہے۔ انہیں یا تو گرفتار کر لینا یا قتل کر ڈالنا یا شہر سے نکال دینا۔ والسلام۔ مسلم باہلی بصرہ میں عبیداللہ کے پاس پہنچا۔ عبیداللہ نے سامان سفر کی درستی اور تیاری کا حکم دیا کہ دوسرے ہی دن کوفہ روانہ ہو جائے۔

جاتے تھے۔

شہادتِ مسلم رضی اللہ عنہ کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اطلاع:

یہ خبر سن کر ہم دونوں پھر حسینؓ کے قافلہ سے آملے جب شام کو آپ منزل ثعلبیہ میں اترے تو ہم آپ کے پاس گئے سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا۔ ہم نے کہا رحمت خدا ہو آپ پر ہم کچھ خبر کہنا چاہتے ہیں۔ کہیے تو بیان کر دیں یا چپکے سے کہہ دیں۔ آپ نے اپنے انصار کی طرف دیکھا اور کہا ان لوگوں سے چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے ہم نے کہا کل شام کو ایک سوار کو سامنے آتے ہوئے

دیکھا تھا کہا ہاں دیکھا تھا اور میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا۔ ہم نے کہا آپ کو اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی ہم کو بے لوث خبر اس سے مل گئی وہ ہمیں لوگوں میں کا ایک شخص ہے بنی اسد میں سے۔ رائے و راستی و فضل و عقل رکھتا ہے اس نے ہم سے بیان کیا کہ وہ کوفہ سے ابھی نہیں نکلا تھا کہ مسلم و ہانی قتل ہو چکے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ان دونوں کے پاؤں پکڑ کر بازار میں گھسیٹتے ہوئے لئے جاتے تھے۔ یہ سن کر آپ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون خدا کی رحمت ہو دونوں پر۔ آپ بار بار یہی کہتے رہے ہم نے کہا ہم آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنی جان کا اور اپنے اہل بیت کا خیال کیجیے اسی جگہ سے پلٹ جائیے۔ کوفہ میں نہ کوئی آپ کا یار و مددگار ہے نہ آپ کے شیعہ ہیں۔ بلکہ ہمیں تو خوف اس بات کا ہے کہ وہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے۔

آلِ عقیل کے اصرار پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عزم کوفہ:

الفاروق

سوانح عمری اور کارنامے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

شمس العلما علامہ شبلی نعمانیؒ

دارالاشاعت اردو بازار کراچی ۱
فون ۲۱۳۷۶۸

کو ہر ہر جزئی واقعہ کی خبر پہنچتی تھی۔ انہوں نے سعد کو لکھا کہ ایوان حکومت مسجد سے ملا دیا جائے چنانچہ روزبہ نامی ایک پارسی معمار نے جو مشہور استاد تھا۔ اور تعمیرات کے کام پر مامور تھا۔ نہایت خوبی اور موزونی سے ایوان حکومت کی عمارت کو بڑھا کر مسجد سے ملا دیا۔ سعد نے روزبہ کو مع اور کاریگروں کے اس صلے میں دربار خلافت کو روانہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بڑی قدر دانی کی اور ہمیشہ کے لئے روزینہ مقرر کر دیا۔ جامع مسجد کے سوا ہر ہر قبیلے کے لئے جدا جدا مسجدیں تعمیر ہوئیں جو قبیلے آباد کئے گئے ان میں یمن کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار آدمی تھے اور قبائل جو آباد کئے گئے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ سلیم، ثقیف، ہمدان، بجیلہ، تیم اللات، تغلب، بنو اسد، نخع و کندہ، ازد مزینہ، تمیم و محارب، اسد و عامر، بجالہ، جدیلہ واخلاط جہینہ، مذحج، ہوازن وغیرہ وغیرہ۔

یہ شہر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اس عظمت و شان کو پہنچا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو راس الاسلام فرماتے تھے۔ اور در حقیقت وہ عرب کی طاقت کا اصلی مرکز بن گیا۔ زمانہ مابعد میں اس کی آبادی برابر ترقی کرتی گئی۔ لیکن یہ خصوصیت قائم رہی کہ آباد ہونے والے عموماً عرب کی نسل سے ہوتے تھے۔ ۳۰ھ ہجری میں مردم شماری ہوئی تو ۵۰ ہزار گھر خاص قبیلہ ربیعہ و مضر کے اور ۲۴ ہزار اور قبائل کے تھے اور اہل یمن کے ۶ ہزار گھر ان کے علاوہ تھے۔

زمانہ مابعد کی تغیرات اور ترقیوں نے اگرچہ قدیم آثارات کو قائم نہیں رکھا تھا۔ تاہم یہ کچھ کم تعجب کی بات نہیں کہ بعض بعض عمارت کے نشانات زمانہ دراز تک قائم رہے۔ ابن بطوطہ جس نے آٹھویں صدی میں اس مقدس مقام کو دیکھا تھا اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ایوان حکومت بنایا تھا اس کی بنیاد اب تک قائم ہے۔

اس شہر کی علمی حیثیت یہ ہے کہ فن نحو کی ابتدا یہیں ہوئی۔ یعنی ابو الاسود دؤلی نے اول اول نحو کے قواعد یہیں بیٹھ کر منضبط کئے۔ فقہ حنفی کی بنیاد یہیں پڑی امام ابو حنیفہ صاحبؒ نے قاضی ابو یوسفؒ وغیرہ کی شرکت سے فقہ کی جو مجلس قائم کی وہ یہیں قائم کی۔ حدیث اور علوم عربیت کے بڑے بڑے آئمہ فن جو یہاں پیدا ہوئے ان میں ابراہیم نخعی، حماد، امام ابو حنیفہ شعبی یادگار زمانہ تھے۔ (کوفہ و بصرہ کے حالات طبری، بلاذری اور معجم البلدان سے لئے گئے)

جلد چہارم

حضرت امیر معاویہؓ تا سلیمان بن عبدالمالک

تصنیف:

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

اور پھر ہانی کے گھر میں جس پر میرے باپ کا احسان ہے۔

ہانی بن عروہ اور ابن زیاد کی گفتگو:

اس نے واپس آ کر اسماء بن خارجہ اور محمد بن اشعث کو بلا بھیجا۔ ان سے کہا ہانی کو میرے پاس لاؤ۔ انھوں نے کہا ہانی بغیر امان دیئے تو نہیں آئیں گے۔ کہا ان کو امان سے کیا واسطہ۔ ایسا کون سا قصور ان سے ہوا ہے۔ تم دونوں جاؤ تو اگر بغیر امان دیئے وہ نہ آئیں تو ان کو امان دو اور لے آؤ۔ دونوں شخص ہانی کو بلانے آئے۔ ہانی نے کہا مجھے وہ پا جائے گا تو ضرور قتل کرے گا۔ یہ اصرار کرنے سے باز نہ آئے۔ آخر ہانی کو لے ہی آئے۔ عبیداللہ خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا۔ ہانی آ کر مسجد میں بیٹھ گئے اور دونوں گیسوان کے ادھر ادھر چھوٹے ہوئے تھے۔ عبیداللہ نماز سے فارغ ہو چکا تو ہانی کو پکارا یہ اس کے ساتھ ساتھ چلے مکان میں داخل ہوئے تو اسے سلام کیا۔ عبیداللہ نے کہا ہانی تمہیں کیا نہیں معلوم کہ میرا باپ جب اس شہر میں آیا ہے تو اس نے تمہارے باپ کے اور حجر کے سوا ان شیعوں میں سے بے قتل کیے ہوئے کسی کو نہیں چھوڑا۔ حجر کا جو انجام ہوا وہ بھی تم کو معلوم ہے۔ پھر تم سے وہ اچھی طرح پیش آتا رہا۔ پھر امیر کوفہ سے تمہاری سفارش میں اس نے یہ کلمہ لکھا کہ میری حاجت تم سے ہانی کے باب میں ہے۔ ہانی نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ کہا اس کا عوض یہی تھا کہ تم نے اپنے گھر میں ایک شخص کو چھپا کر رکھا کہ مجھے قتل کر ڈالے۔ ہانی نے کہا میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ عبیداللہ نے یہ سن کر اسی غلام تمیمی کو جو ان لوگوں کی جاسوسی پر مقرر تھا بلا لیا۔

ہانی بن عروہ پر ابن زیاد کا حملہ:

ہانی اس کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ اس نے سب حال کہہ دیا ہوگا' کہا اے امیر جو خبر تم کو پہنچی ہے صحیح ہے مگر میں ہرگز تمہارے احسان کو نہیں بھولوں گا۔ تمہارے لیے اور تمہارے اہل و عیال کے لیے امان ہے جدھر تمہارے دل میں آئے' یہاں سے چلے جاؤ۔ عبیداللہ کچھ سوچنے لگا۔ مہران اس کے پاس عصا لیے ہوئے کھڑا تھا۔ پکارا ہائے غضب یہ جلاہا تمہاری سلطنت میں تم کو امان دیتا ہے۔ اس نے مہران سے کہا اسے پکڑو اس نے عصا رکھ دیا اور دونوں گیسو ہانی کے پکڑ لیے اور ان کے چہرہ کو بلند کیا۔ عبیداللہ نے عصا اٹھا کر ان کے چہرہ پر مارا کہ اس کی بوڑی اکھڑ کر دیوار میں پیوست ہوگئی۔ پھر ان کے چہرے پر مارے گیا کہ ماتھا اور ناک ان کی مجروح ہوگئی۔

قبیلہ مذحج کا محاصرہ:

لوگوں نے شور و شر کی آواز سنی قبیلہ مذحج کو خبر ہوگئی۔ ان لوگوں نے آ کر گھر کو گھیر لیا۔ عبیداللہ نے حکم دیا کہ ہانی کو لے جا کر کسی حجرہ میں ڈال دو پھر مہران کو حکم دیا کہ ان کے پاس شریح کو لے آئے۔ وہ شریح کو لے کر آیا ان کے ساتھ ہی اہل شرطہ بھی چلے آئے' ہانی نے کہا شریح تم دیکھتے ہو میرے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے' کہا میں تو دیکھتا ہوں کہ تم زندہ ہو۔ ہانی نے کہا یہ حال دیکھ کر بھی تم سمجھتے ہو کہ میں زندہ ہوں؟ میری برادری والوں سے یہی کہنا کہ اگر وہ چلے جائیں گے تو ابن زیاد مجھے قتل کرے گا۔ اب شریح عبیداللہ کے پاس آئے' کہا ہانی تو زندہ ہیں' مگر زخم کاری لگا ہے اس نے کہا' حاکم وقت اپنی رعیت پر عذاب کرے تو تم اعتراض کرتے ہو۔ باہر جا کر ان لوگوں کو سمجھاؤ۔ شریح باہر گئے تو عبیداللہ نے ایک شخص کو ان کے ساتھ کر دیا۔ شریح نے کہا یہ کیا گستاخی ہے؟ وہ شخص زندہ ہے۔ حاکم نے ایک ضرب اسے ماری ہے اس سے وہ مر نہیں گیا۔ خود کو بھی اور اس شخص کو بھی بلا میں نہ ڈالو' یہاں سے چلے

الحمد لله الذى وفقنا و يسر لنا طبع

الجزء الاول

من كتاب

تهذيب التهذيب

للامام الحافظ الحجة شيخ الاسلام شهاب الدين ابى الفضل احمد
ابن علي بن حجر العسقلاني المتوفى سنة ٨٥٢ رحمه الله تعالى
بمنه و كرمه آمين . ومن تصانيفه في الحديث فتح البارى
شرح صحيح البخارى وفي اسماء الرجال لسان الميزان
وتعجيل المنفعة برجال الاربعة وتقريب التهذيب
والاصابة في تمييز الصحابة و تبصير المنتبه
و تجريد اسماء الضعفاء و الدرر الكامنة
في اعيان المائة الثامنة

الطبعة الاولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة فى الهند
بمحروسة حيدرآباد الدكن عمرها الله الى اقصى الزمن
سنة (١٣٢٥) هجرية

ابن عدي له ... نسخ ... ثقة ...

في الروايات وان كان مذهبه مذهب الشيعة وهو في الرواية صالح لا بأس به

قلت. هذا قول منصف واما الجوزجاني فلا عبرة بحطه على الكوفيين

(١) هكذا في الاصول وكان الانسب ان يذكرها هنا من الاسماء من في اوله همزة ممدودة مثل آبي اللحم وآدم كما ذكره صاحب التقريب ١٢ ابو الحسن

(٢) بفتح المثناة وسكون المعجمة وكسر اللام ١٢ تقريب (٣) بالفاء و القاف مصغرا ١٢ تقريب

فالتشيع في عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل علي على عثمان و ان عليا كان مصيبا في حروبه و ان مخالفه مخطئ مع تقديم الشيخين و تفضيلهما و ربما اعتقد بعضهم ان عليا افضل الخلق بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

واذا كان معتقد ذلك و رعا دينا صادقا مجتهدا فلا ترد روايته بهذا لا سيما ان كان غير داعية. واما التشيع في عرف المتأخرين فهو الرفض المحض

جلد چہارم

حضرت امیر معاویہؓ تا سلیمان بن عبدالمالک

تصنیف:

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! حسین بن علی علیہ السلام کو سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ اور رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے شیعہ مومنین مسلمین کی طرف سے۔ سلام علیک! ہم لوگ حمد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی سزاوار اور پرستش نہیں ہے۔ بعد اس کے شکر ہے اللہ کا کہ اس نے آپ کے سرکش و گمراہ دشمن کو خاک میں ملا دیا۔ جس نے اس امت کی حکومت کو دبا لیا تھا۔ غنائم کو چھین لیا تھا' ان کی بغیر مرضی ان کا حاکم بن بیٹھا تھا۔ نیک بندوں کو اس نے قتل کر ڈالا تھا اور بدکاروں کو رہنے دیا تھا۔ مال خدا کو ظالموں میں دست بدست وہ پھرا رہا تھا۔ عذاب اس پر نازل ہو۔ جس طرح ثمود پر نازل ہوا۔ ہم لوگوں کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔ آپ تشریف لائیے۔ شاید آپ کی وجہ سے خدا ہم سب کو حق پر مجتمع کر دے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قصر امارت میں موجود ہیں ہم جمعہ میں ان کا ساتھ نہیں دیتے نہ عیدگاہ میں ان کے ساتھ جاتے ہیں۔ ہمیں اتنا معلوم ہو جائے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لا رہے ہیں تو ہم ان کو اس طرح نکال دیں کہ انہیں شام میں ان شاء اللہ چلا جانا پڑے۔ والسلام ورحمۃ اللہ علیک''۔

کوفیوں کے خطوط بنام امام حسین رضی اللہ عنہ:

اس خط کو عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ روانہ کیا اور انہیں حکم کیا کہ جلد پہنچا دیں۔ دونوں شخص بہ تعجیل روانہ ہوئے۔ یہ خط رمضان کی دسویں تاریخ مکہ میں حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچا۔ اس خط کے روانہ کرنے کے دو دن بعد اہل کوفہ نے قیس بن مسہر صیداوی اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارجبی اور عمارہ بن عبید سلولی کے ہاتھ قریب قریب ترین خط روانہ کیے ایک شخص کی طرف سے دو کی طرف سے۔ چار کی طرف سے۔ پھر دو دن کے بعد ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حسین بن علی علیہ السلام کو ان کے شیعہ مومنین و مسلمین کی طرف سے۔ جلد روانہ ہو جائیے لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ سب کی رائے بس آپ ہی کے اوپر ہے۔ جلدی کیجیے جلدی کیجیے۔ والسلام علیک۔ اور شبث بن ربعی اور حجار بن ابجر اور یزید بن حارث اور یزید بن رویم اور عروہ بن قیس اور عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمیر تمیمی نے لکھا' نواحی کوفہ لہلہا رہے ہیں۔ میوے پختہ ہو گئے ہیں۔ چشمے چھلک رہے ہیں۔ آپ جب جی چاہے آئیے' آپ کا لشکر یہاں تیار موجود ہے۔ یہ سب پیامبر ایک ہی وقت میں حضرت کے پاس پہنچے۔ آپ نے خطوں کو پڑھا' پیامبروں سے لوگوں کا حال دریافت کیا۔ ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو جو سب پیغامیوں کے آخر میں پہنچے تھے آپ نے جواب لکھ کر دیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا خط بنام اہل کوفہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف سے جماعت مومنین و مسلمین کو۔ ہانی اور سعید تم لوگوں کے خط لے کر میرے پاس آئے۔ تمہارے قاصدوں میں یہ دونوں شخص سب کے آخر میں وارد ہوئے جو کچھ تم نے لکھا اور بیان کیا اور تم سب لوگوں کا یہ قول کہ ''ہمارا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہے۔ آپ آئیے۔ شاید اللہ آپ کے سبب سے ہم کو حق و ہدایت پر مجتمع کر دے'' مجھے معلوم ہوا میں نے اپنے بھائی ابن عم کو جن پر مجھے بھروسا ہے۔ اور میرے اہل بیت میں ہیں تمہارے پاس روانہ کیا ہے۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے تم لوگوں کا حال اور سب کی رائے وہ مجھ لکھ کر بھیجیں۔ اگر ان کی تحریر سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ تمہاری جماعت کے لوگ اور صاحبان فضل و عقل تم میں سے سب اس بات پر متفق الرائے ہیں جس امر کے لیے تمہارے قاصد میرے پاس آئے ہیں اور

عبداللہ بن عفیف ازدی:

ابن زیاد ابھی اس گفتگو سے فارغ نہ ہونے پایا تھا کہ عبداللہ بن عفیف ازدی اٹھ کر اس کی طرف دوڑے۔ یہ شخص علی کرم اللہ وجہہ کے گروہ کے ساتھ بائیں آنکھ ان کی جنگ جمل میں جاتی رہی تھی جب کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی میں شریک تھے۔ جنگ صفین میں ایک ضرب ان کے سر پر پڑی تھی اور ایک ضرب بھوں پر لگی تھی۔ اس کے صدمہ سے دوسری آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ جب سے بڑی مسجد سے یہ نکلتے ہی نہ تھے۔ رات تک وہیں نمازیں پڑھتے رہتے تھے۔ اس کے بعد واپس آتے تھے۔

ابن عفیف ازدی کی شہادت:

ابن زیاد کا یہ کلمہ سن کر انہوں نے کہا ''او پسر مرجانہ کذاب ابن کذاب تو اور تیرا باپ اور جس نے تجھے حاکم بنایا وہ اس کا باپ او پسر مرجانہ تم لوگ پیغمبروں کے فرزندوں کو قتل کرتے ہو اور راست بازوں کا سا قول منہ سے کہہ ڈالتے ہو''۔ ابن زیاد نے کہا لاؤ تو اسے میرے پاس۔ سپاہیوں نے ان پر حملہ کر کے گرفتار کر لیا۔ عبداللہ بن عفیف ازدی نے یا مبرور کہہ کر ندا کی یہ کلمہ ازدیوں کا شعار تھا۔ عبدالرحمٰن بن مخنف ازدی وہیں بیٹھے تھے انہوں نے کہا تمہارا بھلا نہ ہو تم نے اپنے کو بھی تباہ کیا اور اپنی قوم کو بھی تباہ کیا۔ کوفہ میں اس وقت سات سو ازدی صلحشور موجود تھے۔ چند شخص ان میں سے عبداللہ بن عفیف کی طرف دوڑے ان کو چھڑا لائے۔ انہیں ان کے گھر میں پہنچا آئے اس کے بعد ابن زیاد نے کچھ لوگ بھیج کر انہیں بلوایا اور قتل کیا اور حکم دیا کہ زمین شور پر ان کی لاش دار پر چڑھا دی جائے اور ایسا ہی کیا گیا۔

سر حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں تشہیر:

پھر ابن زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ کا سر کوفہ میں نصب کر دیا اور تمام شہر میں تشہیر بھی کیا گیا۔ اس کے بعد زحر بن قیس کے ساتھ حسین رضی اللہ عنہ ان کے اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کر دیا۔ زحر بن قیس کے ساتھ ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابو ظبیان ازدی بھی تھے۔ یہ لوگ یہاں سے روانہ ہوئے اور شام میں پہنچے۔ زحر جب یزید کے سامنے گیا تو یزید نے کہا۔ ارے وہاں کیا ہو رہا ہے اور تو کیا خبر لے کر آیا ہے۔

شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ پر یزید کا اظہارِ تاسف:

زحر نے کہا ''اے امیر المومنین خدا کے فضل سے فتح و نصرت تجھے مبارک ہو۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہ ہمارے مقابلہ میں اٹھارہ شخص اپنے اہل بیت میں سے اور ساٹھ آدمی اپنے شیعوں میں سے لے کر وارد ہوئے تھے' ہم لوگ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا یا تو اطاعت اختیار کریں اور امیر ابن زیاد کے حکم پر گردن جھکا دیں۔ یا قتال پر آمادہ ہو جائیں۔ انھوں نے اطاعت کرنے سے جنگ کرنے کو بہتر خیال کیا۔ ہم نے آفتاب نکلتے ہی ان پر حملہ کر دیا۔ اور ہر طرف سے انہیں گھیر لیا۔ یہاں تک کہ جب ہماری تلواریں ان کے سروں تک پہنچ گئیں۔ تو بھاگنے لگے اور پناہ نہ ملتی تھی۔ ٹیلوں پر اور غاروں پر ہم سے اس طرح وہ جان بچاتے پھرتے تھے۔ جیسے کبوتر شاہین سے چھپتے پھرتے ہیں۔ امیر المومنین واللہ جتنی دیر میں اونٹ کو صاف کرتے ہیں۔ یا قیلولہ میں جتنی دیر کے لیے آنکھ جھپک جاتی ہے۔ بس اتنی دیر میں ہی سب سے آخر شخص کو ان میں سے ہم قتل کر چکے تھے۔ اب ان کی لاشیں برہنہ پڑی ہیں۔ ان کے پیراہن خون آلود ہیں۔ ان کے رخسار گرد و غبار میں اٹے ہوئے ہیں۔ دھوپ انہیں پگھلائے دیتی ہے۔ ہوا انہیں گرد برد کر رہی ہے

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اردو بازار لاہور

سوار اور ۴۰ پیادے۔ اِسے کوئی شخص بھی فوجی چڑھائی نہیں کہہ سکتا۔ اُن کے مقابلہ میں عُمر بن سعد بن ابی وقاص کے تحت جو فوج کوفہ سے بھیجی گئی تھی اس کی تعداد ۴ ہزار تھی۔ کوئی ضرورت نہ تھی کہ اتنی بڑی فوج اِس چھوٹی سی جمعیت سے جنگ ہی کرتی اور اسے قتل کر ڈالتی۔ وہ اسے محصور کرکے بآسانی گرفتار کر سکتی تھی۔ پھر حضرت حسینؓ نے آخر وقت میں جو کچھ کہا تھا وہ یہ تھا کہ یا تو مجھے واپس جانے دو، یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو، یا مجھ کو یزید کے پاس لے چلو۔ لیکن ان میں سے کوئی بات بھی نہ مانی گئی اور اصرار کیا گیا کہ آپ کو عبیداللہ بن زیاد (کوفہ کے گورنر) ہی کے پاس چلنا ہوگا۔ حضرت حسینؓ اپنے آپ کو ابنِ زیاد کے حوالہ کرنے کے لیے تیار نہ تھے، کیونکہ مسلم بن عقیل کے ساتھ جو کچھ وہ کر چکا تھا وہ انہیں معلوم تھا۔ آخر کار اُن سے جنگ کی گئی۔ جب اُن کے سارے ساتھی شہید ہو چکے تھے اور وہ میدانِ جنگ میں تنہا رہ گئے تھے، اُس وقت بھی اُن پر حملہ کرنا ہی ضروری سمجھا گیا، اور جب وہ زخمی ہو کر گر پڑے تھے اُس وقت اُن کو ذبح کیا گیا۔ پھر اُن کے جسم پر جو کچھ تھا وہ لوٹا گیا حتیٰ کہ ان کی لاش پر سے کپڑے تک اتار لیے گئے اور اس پر گھوڑے دوڑا کر اسے روندا گیا۔ اس کے بعد ان کی قیام گاہ کو لوٹا گیا اور خواتین کے جسم پر سے چادریں تک اتار لی گئیں۔ اس کے بعد اُن سمیت تمام شہدائے کربلا کے سر کاٹ کر کوفہ لے جائے گئے، اور ابنِ زیاد نے نہ صرف برسرِ عام ان کی نمائش کی بلکہ جامع مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ الحمد للہ الذی اظہر الحق واھلہ ونصر امیر المؤمنین یزید وحزبہ وقتل الکذاب ابن الکذاب الحسین بن علی وشیعتہ۔ پھر یہ سارے سر یزید کے پاس دمشق بھیجے گئے، اور اس نے بھرے دربار میں ان کی نمائش کی۔

فرض کیجیے کہ حضرت حسینؓ یزید کے نقطۂ نظر کے مطابق برسرِ بغاوت ہی تھے، تب بھی کیا اسلام میں حکومت کے خلاف خروج کرنے والوں کے لیے کوئی قانون نہ تھا؟ فقہ کی تمام

۳۳؎ اس پوری داستان کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الطبری، ج ۴، ص ۳۰۹ تا ۳۵۶۔ ابن الاثیر، ج ۳، ص ۲۸۲ تا ۲۹۹۔ اور البدایہ، ج ۸، ص ۱۷۰ تا ۲۰۴۔

تاریخ اور سیاست کی روشنی میں

مصر کے مشہور نقاد اور نامور محقق

ڈاکٹر طٰہٰ حسین

کے قلم سے

اردو ترجمہ

علامہ عبدالحمید نعمانی

نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

حضرت علیؓ کی سیاست، پارٹی کے لئے بیک وقت کمزوری اور قوت دونوں کا باعث تھی، کمزوری کا باعث اس طرح کہ اس کی وجہ سے اہل بیت کے بہت سے حامیوں اور ہمدردوں کی جانیں سخت مصائب کا شکار رہیں اور قوت کا باعث اس طرح کہ سیاست نے شیعوں کو حد درجہ مظلوم اور مقہور بنا دیا اور انسانی سیاست میں لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانے اور اپنا پروپیگنڈا کرنے کی خاطر مظلومیت سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی، مظلومیت ہی دلوں میں گرفتاران مصائب کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا کرتی ہے، اور حکومت کے اقتدار سے لوگوں کو متنفر بناتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امیر معاویہؓ کی حکومت کے آخری دس سال میں شیعوں کے مسئلے نے بڑی اہمیت اختیار کر لی، اور ان کی تحریک اسلامی حکومت کے مشرقی حصوں میں اور عرب کے جنوبی حصوں میں بڑی قوت سے پھیلی۔ چنانچہ امیر معاویہؓ کی موت کے وقت لوگ عموماً اور عراق کے عوام خصوصاً اہل بیت سے محبت اور بنی امیہ سے بغض و عداوت اپنا دینی و ایمانی تصور کرنے لگے تھے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفسیر مظہری جلد پنجم

تالیف

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ متن

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ تفسیر

زیر اہتمام: ادارہ ضیاء المصنفین ۰ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

سے تھے۔ ان پر اللہ کی آیت تلاوت فرماتے تھے اور ان کا تزکیہ کرتے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے تھے اور تمام لوگوں کو ان کا تابع بنایا۔ لیکن انہوں نے ان نعمتوں کا کفر کیا اور محمد ﷺ سے دشمنی اور عداوت کا مظاہرہ کیا اور اندھے پن کو ہدایت پر ترجیح دی۔ پس اس طرح سات سال انہیں قحط سے دوچار ہونا پڑا جنگ بدر کے روز کچھ قیدی اور کچھ قتل ہو گئے اور ذلیل و رسوا ہو گئے۔ پس ان سے نعمتیں چھین لی گئیں اور کفر سے متصف رہے حتیٰ کہ وہ مر گئے یا قتل ہو گئے۔

۲۔ جنہوں نے کفر میں ان کی اتباع کی ان کو بھی اتار اہلاکت کے گڑھے میں کیونکہ انہیں نے کفر پر برانگیختہ کیا تھا۔

جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾

''یعنی دوزخ میں جھونکے جائیں گے اس میں ۱ اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے ۲۔''

۱ جهنم دار البوار سے عطف بیان ہے اور یصلونها دار لبور سے حال ہے یا قوم سے حال ہے، یعنی وہ اس دوزخ میں داخل ہوں گے اور اس کی تپش برداشت کریں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے جهنم منصوب ہو فعل مضمر کی بناء پر جس کی تفسیر مابعد فعل کر رہا ہے۔

۲ یعنی جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے۔ ابن مردویہ نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر سے کہا اے امیر المومنین الذین بدلوا نعمت الله کفرا سے کون مراد ہیں؟ فرمایا قریش کے فاجر قبیلے یعنی بنو مغیرہ اور بنو امیہ، لیکن بنو مغیرہ کا بدر کے دن تم سے کام تمام کر دیا اور بنو امیہ وہ کچھ عرصہ تک متمتع ہوتے رہے۔ بغوی نے حضرت عمر کا قول ذکر کیا ہے۔ ابن جریر ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الطبرانی فی الاوسط، حاکم اور ابن مردویہ نے اپنے طریق سے حضرت علی سے اسی کی مثل قول روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں بنو امیہ کفر پر رہے حتیٰ کہ ابوسفیان، معاویہ، عمرو بن العاص وغیرہم اسلام لائے۔ پھر یزید اور اس کے حواریوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی کہ انہوں نے آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھی اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظلماً قتل کیا۔ یزید نے دین محمدی کا انکار کیا تھا۔ جب اس نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا تھا تو اس نے یہ شعر کہے تھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ میرے بزرگ کہاں ہیں؟ وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے، میں نے آل محمد اور بنی ہاشم سے انتقام لیا ہے اور اس کے آخری شعر یہ تھے۔

وَلَسْتُ مِنْ جُنْدُبٍ اِنْ لَمْ اَنْتَقِمْ مِنْ بَنِيْ اَحْمَدَ مَا كَانَ فَعَلَ

ترجمہ:۔ اگر میں آل نبی سے انتقام نہ لوں تو میں مشائخ عرب کی اولاد سے نہ ہوں۔

اسی طرح یزید نے شراب کو حلال قرار دیا تھا کہتا ہے۔ شراب کا خزانہ ایسے برتن میں ہے جو چاندی کی طرح ہے اور انگور کی شاخ انگوروں سے لدی ہوئی ہے جو ستاروں کی مثل ہیں۔ انگور کی بیل کی گہرائی آفتاب کے برج کے قائم مقام ہے پس آفتاب کا مشرق ساقی کا ہاتھ ہے اور اس کا مغرب میرا منہ ہے۔ اگر یہ شراب دین احمد میں ایک دن حرام ہوئی تو اے مخاطب اس کو مسیح ابن مریم کے دین پر لے لے۔

انہوں نے منبروں پر بیٹھ کر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا۔ یہ لوگ اس گمراہی کے ساتھ ہزار ماہ متمتع ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا حتیٰ کہ کوئی بھی باقی نہ رہا۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾

''اور بنا لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے مدمقابل ۱ تاکہ بھٹکا دیں (لوگوں کو) ان کی راہ سے ۲ آپ (انہیں)

سجلٌ عظيمٌ للأحاديث النبوية في مناقب الإمام علي
وأهل البيت عليهم السّلام

للعلامة الفاضل الشيخ الأجد والسيد السند شيخ سليمان ابن شيخ إبراهيم
المعروف بخواجه كلان ابن شيخ محمد معروف المشتهر به بابا
خواجه الحسيني البلخي القندوزي الحنفي رحمه الله آمين

صححه وعلق عليه

علاء الدين الأعلمي

الجزء الأول

منشورات
مؤسسة الأعلمي للمطبوعات
بيروت - لبنان
ص.ب ٧١٢٠

یزید، عمر بن عبد العزیز نے کہا تم یزید کو امیر المومنین کہتے ہو؟ آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو سزا دی جائے۔ اس شخص کو بیس کوڑے لگائے گئے۔"

یزید کے گناہوں کو دیکھ کر اہل مدینہ نے اس کی بیعت سے خلع کر لیا تھا۔

مؤرخ واقدی نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ، حنظلہ کا فرزند، حنظلہ وہ شخص ہے جس کو فرشتوں نے غسل دیا تھا، نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نے یزید کی بیعت اس لئے چھوڑ دی تھی کہ ہم پر آسمان سے پتھر پڑیں گے اور ہم پر اس بات کا خوف بھی طاری ہو گیا تھا کہ یہ ایسا آدمی ہے جو اپنی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں سے نکاح کرتا ہے۔ شراب پیتا ہے اور تارک الصلوٰۃ ہے۔"

علامہ ذہبی نے کہا کہ یزید نے مدینہ والوں سے جو سلوک کیا ہے، یزید کے حکم سے تین روز تک مدینہ کو لوٹا گیا۔ سینکڑوں صحابی رسول قتل کئے گئے اور ہزاروں باکرہ عورتوں کی عصمت دری کی گئی، ساتھ ہی یزید شراب پیتا تھا اور منکرات امور کو بجا لاتا تھا اور لوگوں پر ظلم کرتا تھا اس بنا پر اہل مدینہ نے یزید پر خروج کیا تھا۔

علامہ ذہبی نے اپنے ان لفظوں سے کہ یزید نے جو برا سلوک اہل مدینہ سے کیا اس سے ان ترسٹھ باتوں کی طرف اشارہ ہے جو یزید سے صادر ہوئیں۔ یزید کو جب معلوم ہوا کہ اہل مدینہ نے ان کے خلاف خروج کیا ہے۔ تو یزید نے مدینہ والوں کی طرف ایک بڑا لشکر روانہ کیا اور یزید نے لشکر کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ مدینہ والوں کو قتل کر دیں۔ یزید کا لشکر مدینہ والوں کے پاس پہنچا۔ طیبہ کے دروازے پر یہ واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور مدینہ رسول کی جس قدر بے حرمتی کی گئی اس کو دیکھ کر ہر مسلمان کا دل کانپ اٹھتا ہے۔ یزید کے فاسق ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اور یزید کا خاص نام لے کر لعنت کرنے کے بارے میں علماء اہل سنت کا آپس میں اختلاف ہے۔ ایک قوم نے اس کا نام لے کر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے۔ ان میں ابن جوزی ہیں۔

ابن جوزی نے اس بات کو امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے۔ ابن جوزی نے اپنی کتاب جس کا نام ہے "الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید" میں بیان کیا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے یزید بن معاویہ کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے کہا اس کے لئے وہی کافی ہے جو اس کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس شخص نے کہا کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے کہا پرہیزگار علماء نے اس بات کی اجازت دی ہے۔ جن میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں۔ آپ نے جو یزید کے بارے میں ذکر کیا ہے؟ یزید کیا ہے؟ اس پر لعنت کرنا بھی واجب ہے۔

قاضی ابو یعلیٰ سے ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ قاضی نے اپنی کتاب المعتمد فی الاصول میں اپنی سند کو صالح بن احمد بن حنبل رحمہما اللہ تک لے جا کر بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ (امام احمد) کی خدمت میں عرض

ہے۔ اور معاویہ کے بعد یزید کے ولی عہد ہونے کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔
ایک گروہ نے کہا وہ کافر تھا۔ سبط ابن جوزی وغیرہ کا مشہور قول یہی ہے۔ کیونکہ جب امام حسین کا سر اقدس
اس کے پاس لایا گیا تو اس نے اہل شام کو جمع کر کے ایک چھڑی کے ساتھ سر مبارک کی بے عزتی کرتا تھا
یہ اشعار بھی پڑھتا تھا۔ ؎

ليت اشياخي ببدر شهدوا

کاش کہ میرے بدر کے مقتول بزرگ زندہ ہوتے

یزید کے یہ اشعار مشہور و معروف ہیں اور اس میں دو اشعار اور کا اضافہ کیا گیا جو یزید کے صریح
کافر ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کتاب (ینابیع المودۃ) کا مؤلف کہتا ہے کہ صاحب کتاب صواعق محرقہ
نے صرف پہلے ابیات کا ذکر کیا ہے اور باقی اشعار بیان نہیں کئے۔ میں نے ان تمام اشعار کو ڈھونڈ نکالا ہے اور
دو اشعار ایسے ہیں کہ وہ یزید کے صریح کافر ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اشعار یہ ہیں: ۔

ليت اشياخي ببدر شهدوا وقعة الخزرج من وقع الاسل
لاهلوا واستهلوا فرحا ثم قالوا يا يزيد لا تشل
قد قتلنا القرم من ساداتهم وعدلناه ببدر فاعتدل
لست من خندف ان لم انتقم من بني احمد ما كان فعل

کاش کہ آج ہمارے بدر کے مقتول زندہ ہوتے تو دعا دیتے اور خوشیاں مناتے۔ پھر کہتے اے
یزید تیرا ہاتھ شل نہ ہو۔ ہم لوگوں نے قوم کے سرداروں کو قتل کیا۔ ہم نے جنگ بدر کا بدلہ لیا۔ اور خندف
میں اگر اولاد احمد سے احمد کے کام کا بدلہ نہ لیتا تو میں خندف کی نسل سے نہ ہوتا۔
سبط ابن جوزی نے کہا کہ یہ بات اتنی افسوسناک نہیں ہے کہ ابن زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ
کی۔ زیادہ افسوسناک بات تو یہ ہے کہ یزید نے امام حسین کو رسوا کرنا چاہا۔ اور آپ کے دندان مبارک پر چھڑی
کے ساتھ بے ادبی کی۔ آل رسول صلعم کو قیدی بنا کر اونٹوں کے پالانوں پر سوار کیا۔
ابن جوزی نے یزید کے اور قبیح افعال کا ذکر کیا ہے اور کہا کہ ان باتوں سے یزید کو آل رسول کی ذلت اور
رسوائی کرنا مقصود تھی۔ اگر یزید کے دل میں جاہلیت کے کینے اور جنگ بدر کے عناد اس کے سینہ میں
پوشیدہ نہ ہوتا تو امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کا ضرور احترام کرتا۔ اور آل رسول صلعم کے ساتھ
حسن سلوک سے پیش آتا۔
نوفل بن ابی فرات نے کہا کہ میں عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں موجود تھا۔ ایک آدمی نے کہا امیر المومنین

تأليف

الإمام حجة الإسلام

أبي بكر أحمد بن علي الرازي الجصاص

المتوفى سنة ٣٧٠ هـ

ضبط نصه وخرج آياته

عبد السلام محمد علي شاهين

الجزء الثالث

منشورات

محمد علي بيضون

لنشر كتب السنة والجماعة

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

موسع عليه في التأخير فهو أوْلى من الفرض الذي قام به غيره وسقط عنه بعينه، وذلك مثل الاشتغال بصلاة الظهر في آخر وقتها هو أوْلى من تعلُّم عِلْمِ الدين في تلك الحال إذْ كان الفرض قد تعين عليه في هذا الوقت، فإن قام بفرض الجهاد من فيه كفاية وغنى فقد عاد فرض الجهاد إلى حكم الكفاية كتعلم العلم؛ إلا أن الاشتغال بالعلم في هذه الحال أوْلى وأفضل من الجهاد لما قدمنا من علوّ مرتبة العلم على مرتبة الجهاد، فإن ثبات الجهاد بثبات العلم وإنه فرع له ومبنيّ عليه.

مطلب: يجوز الجهاد وإن كان أمير الجيش فاسقاً

فإن قيل: هل يجوز الجهاد مع الفساق؟ قيل له: إن كل أحد من المجاهدين فإنما يقوم بفرض نفسه، فجائز له أن يجاهد الكفار وإن كان أمير الجيش وجنوده فساقاً. وقد كان أصحاب النبي ﷺ يغزون بعد الخلفاء الأربعة مع الأمراء الفساق، وغزا أبو أيوب الأنصاري مع يزيد اللعين، وقد ذكرنا حديث أبي أيوب أنه لم يتخلف عن غزاة للمسلمين إلا عاماً واحداً فإنه استعمل على الجيش رجل شاب ثم قال بعد ذلك: وما عليَّ من استعمل عليَّ؟ فكان يقول: قال الله تعالى: ﴿انْفِرُوا خِفَافاً وَثِقَالاً﴾ فلا أجدني إلا خفيفاً أو ثقيلاً. فدل على أن الجهاد واجب مع الفساق كوجوبه مع العدول، وسائر الآي الموجبة لفرض الجهاد لم يفرق بين فعله مع الفساق ومع العدول الصالحين. وأيضاً فإن الفُسّاق إذا جاهدوا فهم مطيعون في ذلك كما هم مطيعون لله في الصلاة والصيام وغير ذلك من شرائع الإسلام. وأيضاً فإن الجهاد ضَرْبٌ من الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ولو رأينا فاسقاً يأمر بمعروف ويَنْهى عن منكر كان علينا معاونته على ذلك، فكذلك الجهاد، فالله تعالى لم يخصّ بفرض الجهاد العدول دون الفساق؛ فإذا كان الفرض عليهم واحداً لم يختلف حكم الجهاد مع العدول ومع الفساق.

مطلب: في وجوب الاستعداد للجهاد

قوله تعالى: ﴿وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً﴾ العدة ما يُعِدُّه الإنسان ويهيئه لما يفعله في المستقبل، وهو نظير الأهْبة؛ وهذا يدل على وجوب الاستعداد للجهاد قبل وقت وقوعه، وهو كقوله: ﴿وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل﴾ [الأنفال: ٦٠].

وقوله تعالى: ﴿وَلَكِنْ كَرِهَ اللهُ انْبِعَاثَهُمْ﴾، يعني خروجهم؛ لأن خروجهم كان يقع على وجه الفساد وتخذيل المسلمين وتخويفهم من العدو والتضريب بينهم، والخروجُ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ کریم وآلہ

سرّ الشہادتین

از

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی

ترتیب وحواشی : نیّر ندیم

بار زہر دیا گیا مگر اس قدر سخت زہر کبھی نہیں دیا گیا تھا۔ آپ کا سن
مبارک ساڑھے چھیالیس سال سے کچھ دن کم تھا۔ آپ ۱۵ شعبان
۳ ہجری میں پیدا ہوئے بعض روایت میں آیا کہ رمضان میں پیدا
ہوئے۔ یہ شہادت کا ماجرا مخفی تھا جس کا تعلق بڑے صاحبزادے
سے تھا۔ جو شہادت چھوٹے صاحبزادے سے مخصوص ہوئی وہ بہت
مشہور ہے۔ سبب ہی یہ ہے کہ یہ شہادت ظاہری ہے۔ جب کہ
یزید پلید ماہ رجب سنہ ۶۰ ھ میں شہر دمشق میں مالک اور بادشاہ بنا
تو اس نے بیعت کے لیے سب علاقوں میں مراسلے بھیجے۔ اس نے
عامل مدینہ ولید بن عتبہ کو لکھا کہ وہ امام حسین علیہ السلام سے بیعت
طلب کرے۔ حسین علیہ السلام نے اس سے انکار کیا۔ کیوں کہ یزید
فاسق شرابی اور ظالم تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے مکے کی جانب
کوچ کیا۔ امام حسین نے مکے میں قیام فرمایا۔ تو اہل کوفہ کو معلوم
ہوئی تو وہاں کے مختلف گروہوں نے متحد ہو کر امام حسین علیہ السلام
کو لکھا کہ آپ ہمارے پاس آ کر قیام کریں۔ ہم مال اور جان سے آپ
کی مدد کریں گے اس میں انھوں نے بہت مبالغہ بھی کیا۔ آپ کو خطوط
کا تانتا بندھ گیا۔ آپ کو جب ڈیڑھ سو خطوط مختلف فرقوں اور گروہوں
کی جانب سے ملے تو امام نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل
کو کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کو لکھا کہ وہ مسلم کی حمایت اور تائید کریں۔
حضرت مسلم کوفہ میں مختار بن عبید [illegible] آدمیوں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تالیف

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ متن

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ تفسیر

زیر اہتمام: ادارہ ضیاء المصنفین ۔ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور — کراچی — پاکستان

کسی کا خوف نہ تھا۔ اور میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے تھے۔ اگر زندگی دراز ہوئی تو وہ سب کچھ ظاہر ہوگا جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک شخص ہاتھوں میں سونا چاندی اٹھائے ہوئے ہوگا(1) لیکن کوئی غریب مسکین نہیں ملے گا۔

ے اور جس نے مومنین کی تمکین اور استخلاف اور ان کے دین حنیف کی تائید کا آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد ناشکری کی یا مرتد ہو گیا تو ایسے لوگ دائرہ ایمان سے نکلنے والے ہیں یا حد اطاعت سے خروج کرنے والے ہیں۔ علامہ بغوی لکھتے ہیں کہ علماء تفسیر فرماتے ہیں سب سے پہلے جن لوگوں نے اس نعمت کا انکار کیا وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا۔ جب انہوں نے آپ کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حالات بدل دیے اور ان پر خوف طاری کر دیا۔ حتیٰ کہ بھائی بھائی بن جانے کے بعد آپس میں جنگ وجدال اور قتل وغارت پر اتر آئے(2)۔ علامہ بغوی نے اپنی سند سے حمید بن ہلال سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بتایا کہ جب سے رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے ہیں فرشتے اس شہر کے ارد گرد رہتے ہیں اور آج تک معاملہ اسی طرح ہے۔ قسم بخدا اگر تم نے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کر دیا تو فرشتے چلے جائیں گے اور پھر کبھی واپس نہ آئیں گے۔ قسم بخدا! جو شخص انہیں قتل کرے گا وہ اللہ کی بارگاہ میں مجذوم ہو کر جائے گا اور اس کا ہاتھ نہ ہوگا اور اللہ کی تلوار ہمیشہ نیام میں رہتی ہے۔ واللہ اگر وہ اسے سونت لے گا تو وہ اسے نیام میں نہیں ڈالے گا۔ (ابدا کا لفظ فرمایا یا الی یوم القیامۃ کا فرمایا) کوئی نبی قتل نہیں کیا گیا لیکن اس کے بدلہ میں پینتیس ہزار افراد قتل ہوئے اور کوئی خلیفہ قتل نہیں ہوا مگر اس کے بدلہ میں پینتیس ہزار افراد قتل ہوئے(3)۔ میں کہتا ہوں خلفائے راشدین کے خلیفہ بنانے کا انکار رافضیوں اور خارجیوں کے گروہوں نے کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ومن کفر بعد ذالک کے ارشاد کا اشارہ یزید بن معاویہ کی طرف ہو کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھ دوسرے اہل نبوت کو شہید کیا اور آپ ﷺ کی اولاد کی اہانت کی اور پھر اس فعل قبیح پر اس نے فخر کا اظہار کیا۔ کہنے لگا یہ دن بدر کے دن کا بدلہ ہے۔ اس بدبخت نے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کے لیے لشکر بھیجا اور واقعہ حرہ میں مدینہ طیبہ میں جو اس نے طوفان بدتمیزی برپا کیا (الامان والحفیظ)۔ اسی طرح مسجد نبوی ﷺ جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی تھی (اس میں اس نے گھوڑے باندھے)۔ بیت اللہ شریف پر مجانیق نصب کیں۔ ابن زبیر کو قتل کیا۔ کونسا جرم تھا جو اس بدبخت نے نہیں کیا۔ حتیٰ کہ اس نے اللہ کے دین کا بھی انکار کیا۔ اور شراب کو مباح قرار دیا۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

"اور صحیح صحیح ادا کیا کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول (پاک ﷺ) کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ۱؎"

۱؎ اقیموا کا جملہ اپنے معطوفات سے مل کر واطیعوا اللہ پر معطوف ہے کیونکہ درمیان والی کلام مامور بہ پر وعدہ ہے اور اطاعت رسول ﷺ کے امر کا تکرار تاکید کے لئے ہے اور اطاعت رسول کے ساتھ رحمت کو معلق کرنے کیلئے ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 338 (العلمیہ) 2۔ تفسیر بغوی، جلد 4، صفحہ 216 (الفکر) 3۔ ایضاً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر مظہری جلد ہشتم

تالیف

حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ متن

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ تفسیر

زیر اہتمام: ادارہ ضیاء المصنفین ○ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور — کراچی — پاکستان

سننے سے بہرہ کردیا ہے اور حق دیکھنے سے ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا ہے۔ اسم اشارہ مبتدا ہے اور اسم موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر خبر ہے۔ یہ سابقہ جملہ میں جو انکار کا معنی پایا جارہا تھا یہ اس کی علت بیان کررہا ہے ایک قول یہ کیا گیا الذین فی قلوبھم مرض سے مراد منافق ہیں اور مرض سے مراد شک اور نفاق ہے اور فاولی لھم سے مراد ان کے لئے سخت ہلاکت ہے اور اولیٰ ویل سے افعل کے وزن پر ہے یا یہ ولی سے مشتق ہے۔ جس کا معنی قرب ہے۔ یہ آل سے فعلی کے وزن پر ہے۔ اس کا معنی ہے ان کے لئے بددعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ناپسندیدہ چیز کو ان پر مسلط کردے یا ان کا معاملہ انہیں کی طرف پلٹ جائے۔ طاعۃ وقول معروف یہ مبتدا ہے جس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگی طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ خَيْرٌ لَّهُمْ۔ یا ان کے قول کی حکایت ہے، یعنی وہ کہتے ہیں ہمارا معاملہ اطاعت اور اچھی بات کرنا ہے جو بات انہوں نے کی تھی اگر وہ اس میں سچے ہوتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا لیکن انہوں نے جھوٹ بولا تو کیا اب تم سے توقع رکھی جائے کہ اگر تم لوگوں کے امیر بن جاؤ تو ان پر ظلم کرکے زمین میں فساد برپا کروگے۔ یہ آیت کریمہ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس شان نزول پر حضرت علی شیر خدا کی قرأت بھی دلالت کرتی ہے کہ ان تولیتم پڑھا ہے، یعنی تاء اور واؤ کو مضموم پڑھتے ہوئے مجہول کا صیغہ پڑھا ہے اگر تم ظالم حاکم بنادو اور خود بھی فتنہ میں ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور لوگوں پر ظلم کرنے لگو، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے، انہیں بہرہ کردیا ہے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا ہے۔ ابن جوزی نے کہا قاضی ابو یعلیٰ نے اپنی کتاب المعتمد الاصول میں اپنی سند سے صالح بن احمد بن حنبل سے روایت کیا کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا اے میرے ابا جان بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ کو پسند کرتے ہیں تو حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا اے بیٹے! کیا کسی مومن کے لئے جائز ہے کہ وہ یزید سے محبت کرے۔ ایک بندہ یزید پر لعنت کیوں نہیں کرتا، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اس پر لعنت کرتا ہے۔ میں نے عرض کی اے میرے والد ماجد اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں کہاں یزید پر لعنت کرتا ہے۔ فرمایا جہاں اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے تو پھر آپ نے اس آیت کو تلاوت فرمایا۔

۲۔ کیا وہ قرآن حکیم اور اس میں جو نصیحتیں اور تنبیہات ہیں ان میں غور وفکر نہیں کرتے اگر وہ غور وفکر کرتے تو ان کے لئے حق واضح ہو جاتا۔ یہاں استفہام انکار اور توبیخ کے لئے ہے اور فاء عاطفہ ہے اور اس کا عطف محذوف کلام پر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگی اَيَغْفُلُوْنَ فَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ فرمایا یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔ یہاں کنایہ کی صورت میں کلام کی دلوں کو الماریوں سے تشبیہ دی اور ان کے مناسب تالوں کو ثابت کیا۔ بطور تشبیہ کے تالوں کو دلوں کی طرف مضاف کیا۔ مقصود یہ دلالت کرنا ہے کہ یہ تالے ان دلوں کے مناسب ہیں اور انہیں کے ساتھ ہی خاص ہیں، عام تالوں جیسے نہیں۔ یہ کلام اصل میں کنایہ ہے اس بات سے کہ ان کے دلوں میں استعداد اور قابلیت ہی نہیں کہ وہ نصیحت حاصل کریں اگر بالفرض وہ غور وفکر کریں بھی تو وہ قرآن کی نصیحتوں کو نہ سمجھ سکیں گے۔ یہاں قلوب کو نکرہ ذکر کیا ہے کیونکہ اس سے مراد ان کے بعض دل ہیں یا اس بات کا شعور دلایا جارہا ہے کہ سختی اور جہالت کی زیادتی میں ان کا معاملہ مبہم ہے گویا وہ پوشیدہ خزانہ ہیں۔ امام بغوی نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو پڑھا تو یمن کے ایک نوجوان نے عرض کیا بلکہ ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

---

(۱) سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کو پڑھا تو ایک نوجوان جو حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں موجود تھا عرض کناں ہوا اللہ کی قسم بلکہ ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کے تالے کھولے۔ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو آپ نے اس نوجوان کو تلاش کیا تاکہ اسے عامل بنائیں تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ از مؤلف غفر عنہ۔

ﷺ چلنے کو تیار ہیں اور ہمیں اور حجاز کو چھوڑے جا رہے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:۔

یَا لَکِ مِنْ قُنْبُرَۃٍ بِمَعْمَرٍ   خلا لَکِ الْبَرُّ فَبِیضِیْ وَاصْفِرِیْ

نَقِّرِیْ مَا شِئْتَ اَنْ تَنْقِرِیْ

ترجمہ: اے معمر کے چنڈول تمہارے لیے میدان خالی ہو گیا ہے۔ پس جس جگہ چاہے انڈے دے اور چہچہا اور جہاں چاہے دانہ چگ۔

کوفیوں کا غدر

غرض امام حسین ؓ اہل عراق کے لکھنے کے موافق دس ذی الحج کو اپنے اہل کا ایک گروہ ساتھ لے کر جس میں چند مرد، عورتیں اور بچے تھے، کوفہ کو روانہ ہوئے۔ ادھر یزید نے عراق کے حاکم عبیداللہ بن زیادہ کو آپ سے جنگ کرنے کا حکم دیا تو اس نے عمر بن سعد بن ابی وقاص کی زیر کمان چار ہزار لشکر روانہ کیا۔ پس اہل کوفہ نے جس طرح حضرت علی ؓ کے ساتھ دھوکہ کیا، اسی طرح آپ کا ساتھ بھی چھوڑ دیا اور جب دشمنوں نے چاروں طرف سے غلبہ کر لیا تو آپ سے صلح کرنے یا یزید کے پاس چل کر بیعت کرنے کو کہا گیا۔ مگر آپ نے انکار فرما دیا تو انہوں نے آپ کو شہید کر دیا اور آپ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ خدا آپ کے قاتل ابن زیاد اور یزید پر لعنت کرے۔ آپ کی شہادت کربلا میں عاشوراء کے روز ہوئی جس کا قصہ بہت لمبا ہے اور اس کے سننے کا کوئی دل متحمل نہیں ہو سکتا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے ساتھ آپ کے اہل بیت سے سولہ آدمی شہید ہوئے۔ آپ کے شہید ہونے کے بعد سات دن تک دیواروں پر دھوپ کا رنگ زعفرانی معلوم ہوتا تھا۔ ستارے ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرتے تھے۔ سورج کو گرہن لگ گیا تھا۔ آپ کے شہید ہونے کے چھ مہینے بعد تک آسمان کے کنارے سرخ رہے اور وہ سرخی آج تک موجود ہے حالانکہ حضرت امام حسین ؓ کی شہادت سے پہلے اس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ کہتے ہیں اس دن بیت المقدس میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا، اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا اور لشکر مخالف میں جتنا کسم تھا وہ سب کا سب راکھ ہو گیا۔ ان ظالموں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹ ذبح کیا تو اس کے گوشت سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ جب انہوں نے اسے پکایا تو وہ کوئلے کی طرح سیاہ ہو گیا۔

رسوماتِ محرم الحرام
اور
سانحہ کربلا
حافظ صلاح الدین یوسف
دار السلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ایک اور حنفی بزرگ مولانا اخوند درویزہ اسی قصیدہ امالی کی شرح میں لکھتے ہیں:

"مذہب اہل سنت و جماعت آں ست کہ لعنت بغیراز کافر مسلمان رانیامدہ است۔ پس یزید کافر نبود بلکہ مسلمان سنی بودو کسے بہ گناہ کردن کافر نمی شود در تمہید آوردہ است کہ قاتل حسین رانیز کافر نباید گفت۔ زیرا کہ بہ گناہ کردن کسے کافر نمی شود۔" (شرح قصیدہ

امالی، طبع ۱۳۱۷ھ لاہور)

"اہل سنت کا مذہب ہے کہ لعنت کرنا سوائے کافر کے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں یزید کافر نہیں، سنی مسلمان تھا اور کوئی شخص محض گناہ کر لینے سے کافر نہیں ہوتا۔ تمہید میں ہے کہ خود قاتل حسین رضی اللہ عنہ کو بھی کافر نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے کہ گناہ کر لینے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔"

ما شاء الله لا قوة الا بالله
شرح قصیده امالی
۱۳۱۷

اردو زبان میں سرورِ عالم ﷺ کی سیرت پر جامع ترین کتاب

سیرۃ النبی ﷺ

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

سوم

علم و عرفان پبلشرز

34۔ اردو بازار، لاہور، فون: 7232336، فیکس: 7352332

www.ilmoirfanpublishers.com E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com

بارہ خلفاء آپ کے بعد بارہ خلفاء کے ہونے کی بشارتیں حدیث کی مختلف کتابوں میں مختلف الفاظ میں آئی ہیں صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں، اس وقت تک یہ اسلامی حکومت اچھی رہے گی، جب تک اس پر بارہ آدمی حکومت کریں گے۔ یہ حکومت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک اس پر بارہ خلیفہ حکمران نہ ہولیں، بارہ خلیفوں تک اسلام معزز اور محفوظ رہے گا، میرے بعد قریش میں سے بارہ خلیفہ ہوں گے، پھر چھوٹے لوگ ہوں گے، ابوداؤد کتاب المهدی میں یہ الفاظ ہیں، یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، یہاں تک کہ اس میں بارہ خلیفہ گزر جائیں، ان سب پر تمام امت مجتمع ہوگی، علمائے اہل سنت میں سے قاضی عیاض اس حدیث کا یہ مطلب بتاتے ہیں کہ تمام خلفاء میں سے بارہ وہ شخص مراد ہیں جن سے اسلام کی خدمت بن آئی اور وہ متقی تھے، حافظ ابن حجر ابوداؤد کے الفاظ کی بنا پر خلفائے راشدین اور بنی امیہ میں سے ان بارہ خلفاء کو گناتے ہیں جن کی خلافت پر تمام امت کا اجتماع رہا یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ، یزید، عبدالملکؒ، ولیدؒ، سلیمانؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، یزید ثانی، ہشام، شیعہ فرقہ تو اس حدیث کی تشریح میں اپنے بارہ اماموں کو پیش کردے گا۔

خلافت راشدہ کی مدت فرمایا، خلافت (یعنی خلافت راشدہ) میرے بعد تیس برس ہوگی، پھر بادشاہی ہوجائے گی۔ یہ تیس سال کی مدت حضرت علیؓ کی خلافت پر تمام ہوتی ہے۔

للعلامة المحدث الفقيه علي بن سلطان محمد القاري
(المتوفى سنة ١٠١٤ هـ)

ومعه

التعليق الميسر
على شرح الفقه الأكبر

تأليف

الشيخ وهبي سليمان غاوجي

دار البشائر الإسلامية

. . . .

قال: والروافض توالي بدل العشرة المبشرة بالجنة اثني عشر إماماً، ولم يأت ذكر الأئمة الاثني عشر إلا على صفة تردّ قولهم وتبطله، وهو ما أخرجاه في الصحيحين عن جابر بن سمرة قال: دخلت مع أبي على النبي صلى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم فسمعته يقول: «لا يزال أمر الناس ماضياً ما وليهم اثنا عشر رجلاً كلهم من قريش»[1]، وفي لفظ: «لا يزال الأمر عزيزاً إلى اثني عشر خليفة».

وكان الأمر كما قال النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم؛ فالاثني عشر هم الخلفاء الراشدون الأربعة، ومعاوية وابنه يزيد، وعبد الملك بن مروان وأولاده الأربعة، وبينهم عمر بن عبد العزيز، ثم أخذ الأمر في الانحلال. وعند الرافضة أن أمر الأمة لم يزل في أيام هؤلاء فاسداً منغصاً يتولاه الظالمون المعتدون، بل المنافقون الكافرون وأهلُ الحق أذلّ من اليهود، وقولهم ظاهر البطلان، والله المستعان.

ثم قال: وأصل الرفض إنما أحدثه منافق زنديق قصده إبطال دين الإسلام والقدح في الرسول عليه الصلاة والسلام، كما ذكر ذلك العلماء

---

(١) «لا يزال أمر الناس ماضياً ما وليهم اثني عشر رجلاً منهم»: البخاري، مسلم رقم (٦)، أبو داود، مهدي ٤/٤٢٧٩، وفي لفظ مسلم (لا يزال هذا الدين عزيزاً منيعاً إلى اثني عشر خليفة، فقال كلمة، صَمّنيها الناس، فقلت لأبي: ما قال؟ قال: كلهم من قريش)، أصموني فلم أسمعها. مسلم، شرح النووي على مسلم ٦/٤٤١، رقم (٩). أول كتاب الإمارة، وانظر الروايات فيه ٦/٤٣٩، وترتيب المسند ٢٣ ــ ١١.

بشرح صحيح الإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري

للإمام الحافظ

أحمد بن علي بن حجر

العسقلاني

٧٧٣ - ٨٥٢

الجزء الثالث عشر

رقم كتبه وأبوابه وأحاديثه

واستقصى أطرافه ، ونبه على أرقامها في كل حديث

محمد فؤاد عبد الباقي

المكتبة السلفية

فكأنه ماوقف عليه بدليل أن فى كلامه زيادة لم يشتمل عليها كلامه ، وينتظم من مجموع ما ذكراه أوجه ، أرجحها الثالث من أوجه القاضى لتأييده بقوله فى بعض طرق الحديث الصحيحة « كلهم يجتمع عليه الناس » وإيضاح ذلك أن المراد بالاجتماع انقيادهم لبيعته ، والذى وقع ان الناس اجتمعوا على أبى بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علىّ الى أن وقع أمر الحكمين فى صفين ، فسمى معاوية يومئذ بالخلافة ، ثم اجتمع الناس على معاوية عند صلح الحسن ، ثم اجتمعوا على ولده يزيد ولم ينتظم للحسين أمر بل قتل قبل ذلك ، ثم لما مات يزيد وقع الاختلاف الى أن اجتمعوا على عبد الملك بن مروان بعد قتل ابن الزبير ، ثم اجتمعوا على أولاده الأربعة : الوليد ثم سليمان ثم يزيد ثم هشام ، وتخلل بين سليمان ويزيد عمر بن عبد العزيز ، فهؤلاء سبعة بعد الخلفاء الراشدين ، والثانى عشر هو الوليد بن يزيد بن عبد الملك اجتمع الناس عليه لما مات عمه هشام ، فولى نحو أربع سنين ثم قاموا عليه فقتلوه ، وانتشرت الفتن وتغيرت الاحوال من يومئذ ولم يتفق أن يجتمع الناس على خليفة بعد ذلك ، لأن يزيد بن الوليد الذى قام على ابن عمه الوليد بن يزيد لم تطل مدته بل ثار عليه قبل أن يموت ابن عم أبيه مروان بن محمد بن مروان ، ولما مات يزيد ولى أخوه ابراهيم فغلبه مروان ، ثم ثار على مروان بنوا العباس الى أن قتل ، ثم كان أول خلفاء بنى العباس أبو العباس السفاح ، ولم تطل مدته مع كثرة من ثار عليه ، ثم ولى أخوه المنصور فطالت مدته ، لكن خرج عنهم المغرب الأقصى باستيلاء المروانيين على الأندلس ، واستمرت فى أيديهم متغلبين عليها الى أن تسموا بالخلافة بعد ذلك ، وانفرط الأمر فى جميع أقطار الأرض الى أن لم يبق من الخلافة إلا الاسم فى بعض البلاد ، بعد أن كانوا فى أيام بنى عبد الملك بن مروان يخطب للخليفة فى جميع أقطار الأرض شرقا وغربا وشمالا ويمينا مما غلب عليه المسلمون ، ولا يتولى أحد فى بلد من البلاد كلها الإمارة على شىء منها إلا بأمر الخليفة ، ومن نظر فى أخبارهم عرف صحة ذلك فعلى هذا يكون المراد بقوله « ثم يكون الهرج » يعنى القتل الناشىء عن الفتن وقوعا فاشيا يفشو ويستمر ويزداد على مدى الأيام ، وكذا كان والله المستعان . والوجه الذى ذكره ابن المنادى ليس بواضح ، ويعكر عليه ما أخرجه الطبرانى من طريق قيس بن جابر الصدفى عن أبيه عن جده رفعه « سيكون من بعدى خلفاء ، ثم من بعد الخلفاء أمراء ومن بعد الأمراء ملوك ، ومن بعد الملوك جبابرة ، ثم يخرج رجل من أهل بيتى يملأ الأرض عدلا كما ملئت جورا ثم يؤمر القحطانى فوالذى بعثنى بالحق ماهو دونه » فهذا يرد على مانقله ابن المنادى من « كتاب دانيال » وأما ماذكره عن أبى صالح فواه جدا ، وكذا عن كعب وأما محاولة ابن الجوزى الجمع بين حديث « تدور رحى الاسلام » وحديث الباب ظاهر التكلف ، والتفسير الذى فسره به الخطابى ، ثم الخطيب بعيد ، والذى يظهر أن المراد بقوله « تدور رحى الاسلام » أن تدوم على الاستقامة ، وأن ابتداء ذلك من أول البعثة النبوية فيكون انتهاء المدة بقتل عمر فى ذى الحجة سنة أربع وعشرين من الهجرة ، فاذا انضم الى ذلك اثنتا عشرة سنة وستة أشهر من المبعث فى رمضان كانت المدة خمسا وثلاثين سنة وستة أشهر ، فيكون ذلك جميع المدة النبوية ومدة الخليفتين بعده خاصة ، ويؤيد حديث حذيفة الماضى قريبا الذى يشير الى أن باب الأمن من الفتنة يكسر بقتل عمر ، فيفتح باب الفتن وكان الأمر على ماذكر ، وأما قوله فى بقية الحديث « فان يهلكوا فسبيل من هلك ، وان لم يقم لهم دينهم يقم سبعين سنة » فيكون المراد بذلك انقضاء أعمارهم ، وتكون المدة سبعين سنة إذا جعل ابتداؤها من أول سنة ثلاثين عند انقضاء ست سنين من خلافة عثمان ، فان ابتداء الطعن فيه إلى أن آل الأمر إلى قتله كان بعد ست سنين مضت من خلافته ،

كتاب الصواعق المحرقة في الرد على أهل البدع والزندقة
تأليف الامام العالم العلامة الفقيه المحدث
شهاب الدين أحمد بن حجر الهيتمي
نزيل مكة المشرفة
نفع الله به
آمين

ويليه كتاب الاعلام بقواطع الاسلام له أيضا رحمه الله آمين

فشرب حتى تضلع ثم جاء عثمان فأخذها فشرب حتى تضلع ثم جاء علي فانتشطت أي اجتذبت ورفعت فانتضح عليه منها شيء (العاشر) أخرج أبو بكر الشافعي في الغيلانيات وابن عساكر عن حفصة انها قالت لرسول الله صلى الله عليه وسلم اذا أنت مرضت قدمت أبا بكر قال لست أنا أقدمه ولكن الله قدمه (الحادي عشر) أخرج أحمد عن سفينة وأخرجه أيضا أصحاب السنن وصححه ابن حبان وغيره قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول الخلافة ثلاثون عاما ثم يكون بعد ذلك الملك وفي رواية الخلافة بعدي ثلاثون سنة ثم تصير ملكا عضوضا أي يصيب الرعية فيه عسف وظلم كأنهم يعضون فيه عضا قال العلماء لم يكن في الثلاثين بعده صلى الله عليه وسلم الا الخلفاء الاربعة وأيام الحسن ووجه الدلالة منه انه حكم بحقية الخلافة عنه في أمر الدين هذه المدة دون ما بعدها وحينئذ فيكون هذا دليلا واضحا في حقية خلافة كل من الخلفاء الاربعة وقيل لسعيد بن جمهان ان بني أمية يزعمون ان الخلافة فيهم فقال كذب بنو زرقاء بل هم ملوك من شر الملوك (فان قلت) ينافي هذا خبر الاثني عشر خليفة السابق (قلت) لا ينافيه لان أل هنا للكمال فيكون المراد هنا الخلافة الكاملة ثلاثون سنة وهي منحصرة في الخلفاء الاربعة والحسن لان مدته هي المكملة للثلاثين والمراد ثم مطلق الخلافة التي فيها كامل وغيره لما مر ان من جملتهم نحو يزيد بن معاوية وعلى القول الثاني السابق ثم فليس الخلفاء المذكورون على هذا القول حاوين من الكمال ما حواه الخمسة (الثاني عشر) اخرج الدارقطني والخطيب وابن عساكر عن علي قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت الله ان يقدمك ثلاثا فأبى علي الا تقديم أبي بكر (الثالث عشر) أخرج ابن سعد عن الحسن قال قال أبو بكر يا رسول الله ما أزال أراني أطأ في عذرات الناس قال لتكونن من الناس بسبيل قال ورأيت في صدري كالرقمتين قال سنتين (الرابع عشر) أخرج البزار بسند حسن عن أبي عبيدة بن الجراح أمين هذه الامة انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان أول دينكم بدأ نبوة ورحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم يكون ملكا وجبرية ووجه الدلالة منه انه أثبت لخلافة أبي بكر انها خلافة ورحمة اذ هي التي وليت مدة النبوة والرحمة وحينئذ فيلزم حقيتها ويلزم من حقيتها حقية خلافة بقية الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم وأخرج ابن عساكر عن أبي بكرة قال أتيت عمر وبين يديه قوم يأكلون فرمى ببصره في مؤخر القوم الى رجل فقال ما تجد فيما تقرأ قبلك من الكتب قال خليفة النبي صلى الله عليه وسلم صديقه (وأخرج) ابن عساكر عن محمد بن الزبير قال أرسلني عمر بن عبد العزيز الى الحسن البصري أسأله عن أشياء فجئته فقلت له اشفني فيما اختلف فيه الناس هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم استخلف أبا بكر فاستوى الحسن قاعدا فقال اوفي شك هو لا أبالك اي والله الذي لا اله الا هو لقد استخلفه ولهو كان أعلم بالله وأتقى له واشد له مخافة من أن يموت عليها لو لم يؤمره.

﴿الفصل الرابع في بيان ان النبي صلى الله عليه وسلم هل نص على خلافة أبي بكر﴾

علي بن علي بن محمد بن أبي العز الدمشقي
مؤسسة الرسالة
سنة النشر: 1417هـ / 1997م
رقم الطبعة: ---
عدد الأجزاء: جزءان

مسألة: الجزء الثاني — التحليل الموضوعي

والرافضة توالي بدل العشرة المبشرين بالجنة، الاثني عشر إماما، أولهم علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ويدعون أنه وصي النبي صلى الله عليه وسلم، دعوى مجردة عن الدليل، ثم الحسن رضي الله عنه، ثم الحسين رضي الله عنه، ثم علي بن الحسين زين العابدين، ثم محمد بن علي الباقر، ثم جعفر بن محمد الصادق، ثم موسى بن جعفر الكاظم، ثم علي بن موسى الرضي، ثم محمد بن علي الجواد، [ص: 736] ثم علي بن محمد الهادي، ثم الحسن بن علي العسكري، ثم محمد بن الحسن، ويغالون في محبتهم، ويتجاوزون الحد ! ! ولم يأت ذكر الأئمة الاثني عشر، إلا على صفة ترد قولهم وتبطله، وهو ما خرجاه في الصحيحين، عن جابر بن سمرة، قال : دخلت مع أبي على النبي صلى الله عليه وسلم، فسمعته يقول : لا يزال أمر الناس ماضيا ما وليهم اثنا عشر رجلا، ثم تكلم النبي صلى الله عليه وسلم بكلمة خفيت عني، فسألت أبي : ماذا قال النبي صلى الله عليه وسلم ؟ قال : كلهم من قريش .

وفي لفظ : لا يزال الإسلام عزيزا إلى اثني عشر خليفة

وفي لفظ : لا يزال هذا الأمر عزيزا إلى اثني عشر خليفة .

وكان الأمر كما قال النبي صلى الله عليه وسلم . والاثنا عشر : الخلفاء الراشدون الأربعة، ومعاوية، وابنه يزيد، وعبد الملك بن مروان، وأولاده [ص: 737] الأربعة، وبينهم عمر بن عبد العزيز، ثم أخذ الأمر في الانحلال .

تهذيب الكمال في أسماء الرجال

للحافظ المتقن جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي
٦٥٤ - ٧٤٢هـ

المجلد الحادي والعشرون

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه
الدكتور بشار عواد معروف

مؤسسة الرسالة

٤٢٤٠ - س: عُمَر[1] بن سَعْد بن أبي وقَّاص القُرَشِيُّ الزُّهْرِيُّ، أبو حفص المَدَنِيُّ، سكنَ الكوفة، أخو عامر بن سعد وإخوته.

روى عن: أبيه سَعْد بن أبي وَقاص (س)، وأبي سعيد الخُدْرِيُّ.

روى عنه: ابنه إبراهيم بن عُمر بن سعد، ويزيد بن أبي مريم السَّلُولِيُّ، وسعد بن عُبيدة، والعَيْزار بن حُرَيث (سي)، وقَتادة، ومحمد بن عبدالرحمان بن أبي لبيبة، ومحمد بن مُسلم ابن شِهاب الزُّهريُّ، والمطلب بن عبدالله بن حَنْطَب، ويزيد بن أبي حبيب المِصْرِيُّ، وأبو إسحاق السَّبِيعيُّ (س)، وابنُ ابنه أبو بكر بن حفص بن عمر بن سعد.

قال خليفة بن خياط[2]: أمه ماوية بنت قيس بن مَعْدِي كَرِب

(١) طبقات ابن سعد: ١٦٨/٥، وتاريخ خليفة: ٢٣٥، ٢٤٦، ٢٦٣، ٢٦٤، وطبقاته: ٢٤٣، وعلل أحمد: ٥/١، وتاريخ البخاري الكبير: ٦/الترجمة ٢٠١٦، وتاريخه الصغير: ١٤٩/١ - ١٥٠، وثقات العجلي، الورقة ٤١، والمعرفة والتاريخ: ٣٣٠/٣، وتاريخ أبي زرعة الدمشقي: ٦٢٧، والجرح والتعديل: ٦/الترجمة ٥٩٢، وجمهرة ابن حزم: ١٥٩، ٣٦٥، وأنساب القرشيين: ٢٤٧، ٢٥٤، ومعجم البلدان: ٨٩٦/٢، والكامل في التاريخ: (انظر الفهرس)، وتاريخ الإسلام: ٥٢/٣، وسير أعلام النبلاء: ٣٤٩/٤ - ٣٥٠، والعبر: ٧٣/١، ١١١، والكاشف: ٢/الترجمة ٤١١٨، وميزان الإعتدال: ٣/الترجمة ٦١١٦، وتذهيب التهذيب: ٣/الورقة ٨٤، ونهاية السول، الورقة ٢٦٣، وتهذيب التهذيب: ٤٥٠/٧ - ٤٥٢، والتقريب: ٥٦/٢، وخلاصة الخزرجي: ٢/الترجمة ٥١٦٥.

(٢) طبقاته: ٢٤٣.

ابن الحارث من كِنْدة، وقال بعضهم: مارية بالراء.

وقال ابن البَرْقي: أُمُّه رَمْلَة بنت أبي الأنياب من كِنْدة.

وذكره محمد بن سَعْد في الطبقة الثانية من أهل الكُوفة[1].

وقال أحمد بن عبدالله العِجْليُّ[2]: كان يروي عن أبيه أحاديث، وروى الناس عنه. وهو الذي قَتَلَ الحُسين، وهو تابعيٌّ ثقةٌ.